جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

ماہنامہ

الفرقان

ربوہ
پاکستان

جلد ۹ ـــــــ اگست ۱۹۵۹ء ـــــــ شمارہ ۸

قرآنی ارشاد

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ۝

ترجمہ:- اے مسلمانو! تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو اسلام کی دعوت دے، نیکی کی تلقین کرے اور بدی سے روکے۔ یہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

سالانہ قیمت

پاکستان و بھارت .... پانچ روپے
دیگر ممالک .... دس شلنگ

ایڈیٹر:- ابو العطاء جالندھری ربوہ پاکستان

ارشادات

۱۔ حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کا ارشاد :۔

"میرے نزدیک الفرقان جیسا کہ علمی رسالہ تیس، چالیس ہزار بلکہ لاکھ تک چھپنا چاہیئے اور اس کی بہت وسیع اشاعت ہونی چاہیئے۔" (الفضل ۵ رجنوری ۵۶ء)

۲۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں :۔

"رسالہ الفرقان بہت عمدہ اور قابل قدر رسالہ ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو۔ کیونکہ اس میں تحقیقی اور علمی مضامین چھپتے ہیں۔ اور قرآن کے فضائل اور اسلام کے محاسن پر بہت عمدہ طریق پر بحث کی جاتی ہے۔ ایک طرح سے یہ رسالہ اُس غرض وغایت کو پورا کر رہا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدنظر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو ایڈیشن کے جاری کرنے میں تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی یہ خواہش بڑی گہری اور خدا کی پیدا کردہ آرزو پر مبنی ہے۔ کہ اگر ایسے رسالہ کی اشاعت ایک لاکھ بھی ہو تو پھر بھی دُنیا کی موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کم ہے۔ پس مخیّر اور مستطیع احمدی اصحاب کو یہ رسالہ نہ صرف زیادہ سے زیادہ تعداد میں خود خریدنا چاہیئے بلکہ اپنی طرف سے نیک دل اور سچائی کی تڑپ رکھنے والے غیر احمدی اور غیر مسلم اصحاب کے نام بھی جاری کرانا چاہیئے تا اس رسالہ کی غرض وغایت بصورتِ احسن پوری ہو اور اسلام کا آفتاب عالمتاب اپنی پوری شان کے ساتھ ساری دُنیا کو اپنے نور سے منوّر کرے۔ یہ معلوم کر کے بہت افسوس ہوُا کہ ابھی تک یہ رسالہ مالی لحاظ سے نقصان پر جا رہا ہے۔ زندہ قوموں کے زندہ رسالے ہر جہت سے زندگی کے آثار سے معمور ہونے چاہئیں۔ ایسے رسالہ کا مالی تھپیڑوں کی وجہ سے بند ہونا بہت قابلِ شرم ہوگا۔ فقط والسّلام۔

خاکسار۔ مرزا بشیر احمدؐ ربوہ ۱۱ ۵۹ء (الفضل ۱۸ر جولائی ۵۹ء)

۳۔ جناب ایڈیٹر صاحب روزنامہ الفضل تحریر فرماتے ہیں :۔

"الفرقان بجا طور پر ایک دینی علمی مجلّہ کہلانے کا حقدار ہے اور احمدیت کے مشہور و معروف عالم مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری کی ادارت میں کئی سال سے شائع ہو رہا ہے اور روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ اگرچہ اس کی مالی حالت قابلِ رشک نہیں لیکن حتی الوسع وہ دین وعلم کی خدمت بجا لا رہا ہے۔ احباب جماعت کا فرض ہے کہ خود بھی اس کو خریدیں اور دوسروں کو بھی خریدنے کی ترغیب دلائیں۔ قیمت سالانہ صرف پانچ روپے ہے جو اس کی خوبیوں کے لحاظ سے بہت کم ہے۔"

(الفضل ۱۶ر جولائی ۵۹ء)

جلد ۹	اگست ۱۹۵۹ء	الفرقان ربوہ ۔ پاکستان	صفر المظفر ۱۳۷۹ھ	شمارہ ۸

مندرجات

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	ہستی باری تعالیٰ کے متعلق روسی چیلنج اور اس کا جواب	ایڈیٹر	[illegible]
۲	قرآن مجید میں مرتد کو سنگسار کرنے کا کوئی حکم نہیں۔ (مدیر "ریاست" دہلی اور ایڈیٹر "مسیحی خادم" کی غلط فہمی کا ازالہ)	″	ص۷
۳	کتاب "حرفِ محرمانہ" پر تبصرہ	″	ص۹
۴	البیان (قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مع مختصر تفسیری نوٹ)	″	ص۱۷
۵	رسالہ الفرقان کے متعلق میرے تاثرات	جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب فاضل منگلہ	ص۲۵
۶	مولانا غلام مرشد صاحب کا خطبۂ عید قربان	جناب مولوی سید محمد داؤد صاحب غزنوی	ص۲۷
۷	بہائی صاحبان کے اعتراضات کے جوابات	ایڈیٹر	ص۳۰
۸	علماء اسلام کے نام مدیر "ندائے حق" کا پیغام (جماعت احمدیہ کی تبلیغی کوششوں پر شاندار تبصرہ)	″	ص۳۲
۹	حدیث نزول ابن مریم کی صحیح تشریح	حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی	ص۳۶

بہائی شریعت
اور
اس پر تبصرہ

چار صد صفحات کے دو رسالے
مجلد ساڑھے چار روپے ہیں!
مینیجر الفرقان ربوہ

خاتم النبیین
کے
بہترین معنے

سولہ صفحہ کا جامع مضمون
اڑھائی آنے کے ٹکٹ بھیجکر طلب فرمائیں!
مینیجر الفرقان ربوہ

اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات
کی علامت ہے کہ آپ کی سالانہ
قیمت ختم ھے!
مینیجر الفرقان ربوہ

ہستی باری تعالیٰ کے متعلق روسی چیلنج اور اسکا جواب

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

کراچی کے انگریزی روزنامہ "Dawn" مورخہ ۱۶ر جولائی ۱۹۵۹ء میں ذیل کی خبر شائع ہوئی :۔

MOSCOW'S Challenge
to God Almighty

LONDON, July 15: Moscow Radio last night Challenged God to work a miracle. "What sort of a God is He. if he cannot even prove his existence!" said a Moscow home service broadcast monitored here.

"If Almighty God really does exist, why does He not work at least one real miracle, so that no one could have any doubt about his reality!"

"DAWN"- KARACHI, JULY16.

یعنی ماسکو ریڈیو مطالبہ کرتا ہے کہ اگر کوئی خدا ہے تو اسے اپنی ذات اور ہستی کو خود ثابت کرنا چاہیئے۔ اسے کم از کم کوئی ایسا معجزہ دکھانا چاہیئے جس کے بعد اس کے وجود کے بارے میں کسی کو شک کی گنجائش نہ رہے۔ وہ کیسا خدا ہے جو اپنے وجود کو بھی ثابت نہیں کر سکتا !"

ہر سچائی کے منکر کو یہ حق ہے کہ وہ اس کے ثبوت کا مطالبہ کرے۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے وجود کے قائل نہیں ان کو بھی حق پہنچتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے ماننے والوں سے اس کی ہستی کے ثبوت کا مطالبہ کریں۔ اور تمام وہ لوگ جو خدائے برحق پر ایمان لاتے ہیں ۔ اس ثبوت کے پیش کرنے کے مکلف ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر ہستی باری تعالےٰ کے قائلین منکرین کی تسلی نہ کرا سکیں اور خدائے قادر مطلق کے موجود ہونے پر کوئی اطمینان بخش برہان پیش نہ کر سکیں تو دہریوں کو یہ کہنے کا حق ہوگا کہ ہمارے مطالبہ کے باوجود خدا کی ہستی کے قائلین عاجز رہ گئے۔ پس یہ روسی چیلنج درحقیقت تمام مذاہب اور ادیان کے پیرووں کے نام ہے۔ اور اس چیلنج کی غرض بظاہر یہ ہے کہ دنیا میں الحاد و بے دینی کو فروغ دیا جائے اور جو لوگ پیدائشی طور پر خدا تعالےٰ کی ہستی کے قائل چلے آتے ہیں ان کے دلوں میں بھی شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں ۔

روس کے اِس چیلنج سے ساری دنیا دو حصّوں میں منقسم ہو جاتی ہے۔ (۱) خدا پرست اہلِ مذاہب (۲) منکرین ہستی باری تعالےٰ۔ صحیح موقف تو یہ ہے کہ تمام مذاہب مجموعی طور پر اس چیلنج کا جواب دیں کیونکہ اس کی زد ہر مذہب پر پڑتی ہے۔ اگر یہ درست ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالےٰ کی ہستی محض ایک وہم ہے اس کی کوئی اصلیت اور حقیقت نہیں ہے تو کوئی مذہب بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس چیلنج کا حقیقی جواب صرف زندہ مذہب کی طرف سے دیا جا سکتا ہے اس لئے ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اس دینِ اسلام کی طرف سے روسی چیلنج کا جواب دیں جو واحد زندہ عالمگیر مذہب ہے اور جس کی زندگی کے ثبوت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر زمانہ میں شواہد و بیّنات قائم ہوتے رہے ہیں۔ اور آج بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فرستادہ برحق کے ذریعہ اس کا ناقابلِ تردید ثبوت فراہم فرمایا ہے۔

دوسرے مذاہب کے لوگ پرانے زمانوں کا ایک ماجرا سُناتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ رشیوں پر ظاہر ہوا تھا اس نے ان سے کلام کیا تھا۔ اس نے نبیوں کے لئے تجلّی فرمائی تھی اور ان پر اپنی وحی نازل کی تھی۔ مگر یہ سب کچھ آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گیا ہے اور آج زندہ اور قادرِ مطلق ہونے کے باوجود وہ اپنے کسی مقرب سے ہم کلام نہیں ہوتا اور اپنے کسی پیارے اور محبوب پر وحی نازل نہیں کرتا۔ یہ سب باتیں اب قصۂ پارینہ ہو چکی ہیں۔ اور اس کی کوئی مثال اور کوئی نمونہ دنیا کے اس آخری دَور میں نہیں دکھایا جا سکتا خدا نے خود اس بابِ وحی و مکالمہ کو مسدود کر دیا ہے۔

مذاہبِ عالم کا یہ عقیدہ منکرین ہستی باری تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک زبردست ہتھیار ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ خدا جس میں قوتِ گویائی پائی جاتی ہے اور جس کے شیریں مکالمہ کے لئے اس کے عاشقوں کے دلوں میں انتہائی تڑپ ہے اور منکرین پر اتمامِ حجت کے لئے اس کا کلام اپنی جگہ پر خود ایک بنیادی ضرورت ہے مگر بایں ہمہ جب وہ مکالمہ منقطع ہو چکا ہے۔ کوئی مذہب اسے دس ہزار سال سے بند قرار دیتا ہے اور کوئی مذہب چار ہزار یا دو ہزار یا ایک ہزار سال سے اس کے دروازوں کو مسدود ٹھہراتا ہے۔ تو کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ اب بھی خدا موجود ہے؟ اور پھر اس کا بھی کیا ثبوت ہے کہ فی الواقع وہ اپنے رشیوں اور نبیوں سے ہم کلام ہوا تھا؟

عیاں ہے کہ اس اندازِ خطاب میں منکرین اور ملحدین کا پلڑا بھاری نظر آتا ہے اس لئے تمام وہ مذاہب جو خدا کے مکالمہ اور اس کی وحی پر مُہر لگا چکے ہیں۔ وہ روسی چیلنج پر گنگ رہیں گے۔ اور کوئی تحقیقی جواب نہ دے سکیں گے۔

اسلام کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ خدا تعالےٰ کی کوئی قوت شل نہیں ہوتی وہ آج بھی اپنے پیاروں اور مقدسوں سے اسی طرح ہمکلام ہوتا ہے اور ان پر اپنی مرضی کو ظاہر فرماتا ہے جس طرح وہ صدیوں پیشتر گزشتہ انبیاء و مرسلین سے ہمکلام ہوتا رہا اور اُن پر اپنی مرضی ظاہر فرماتا رہا۔ قرآن مجید نے جابجا خدا کے مکالمہ اور وحی اور فرشتوں کے نزول کی مسلمانوں کو بشارت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے بچھڑے کی پرستش کرنے کو ان کی نادانی قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّہٗ لَا یُکَلِّمُھُمْ وَلَا یَھْدِیْھِمْ سَبِیْلًا۔ کہ افسوس ان لوگوں نے اتنا بھی غور نہ کیا کہ وہ بچھڑا تو نہ ان سے ہمکلام ہوتا تھا اور نہ انہیں کامیابی و کامرانی کے راستہ کی طرف رہنمائی کرتا تھا۔ اس کے باوجود وہ اسے اپنا معبود قرار دیکر اسے پوجنے لگ گئے۔ معبود تو وہ ہوتا ہے جو اپنے پرستاروں سے بات کرتا ہے۔ اور ان کی حاجت روائی فرماتا ہے اور ان کی ہدایت کے سامان کرتا

ہے پس صحیح اسلامی عقیدہ کے مطابق اللہ تعالےٰ کا مکالمہ بند نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے جاری ہے اور یہ امر خود اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ایک زندہ ثبوت ہے۔

مادی آنکھوں سے نظر نہ آنے والی چیز کا وجود **عقلی دلائل** اور اس کی **تاثیروں** سے پہچانا جاتا ہے۔ خدا ورا ءالوریٰ غیر محدود ہستی ہے۔ وہ اللطیف الخبیر ہے۔ اس کی ہستی کا ایک بڑا عقلی ثبوت تو یہ **کارخانۂ قدرت** ہے جو اپنی محکم ترتیب اور سلسلۂ علت و معلول کے لحاظ سے ایک اعلیٰ اور برتر مدبر ہستی کے وجود پر گواہ ہے۔ مادی ترقیات اور نئی ایجادات کی روشنی میں غور کرنے والے بھی آخر اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ جہان نہ خود بخود موجود ہوا ہے۔ نہ خود بخود قائم ہے اور نہ خود بخود فنا پذیر ہوگا۔ مگر ہنوز اکثر ترقی یافتہ اقوام مادہ پر انحصار کر رہی ہیں اور ان کی نظریں اس بالا و برتر لطیف ہستی کی طرف سے بند ہیں جو اس ساری کائنات کا سرچشمہ اور جو اس نظام کے آخری سرے کو تھامے ہوئے ہے۔ والیٰ ربک المنتہیٰ۔

دوسرا ثبوت اس کی ہستی کا وہ **قدرت نمائی** ہے جو انبیاء کے ذریعہ سے اکناف عالم میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہی ہے اور آج بھی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اسی الٰہی قدرت نمائی کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں سہ

لاتا ہے وہ بلا کر سو سو نشاں دکھا کر
مجھ کو جو اس نے بھیجا بس مدعا یہی ہے

اس دورِ الحاد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت خود ایک معجزہ ہے۔ اور پھر آپؑ کے ذریعہ سے صدہا خارق عادت معجزات کا ظہور اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق ہونے پر زبردست برہان ہیں۔ عقلی دلائل سے اگر امکانِ ذاتِ باری تعالےٰ ثابت ہوتا ہے تو اس کے مکالمہ اور وحی سے اس کا ناطق اور قطعی موجود ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے اور زندہ معجزات اور ہر زمانہ کے بیّنات اس کی ہستی کے تواتر پر گواہی دیتے ہیں۔ راستبازوں کی تائید و نصرت اور اس کے بارے میں قبل از وقت **اطلاعات** اللہ تعالےٰ کے علیم و خبیر ہونے کی پختہ ترین دلیل ہے۔

روسی کہتے ہیں کہ اگر خدا ہے تو اپنی ہستی کے لئے کوئی حقیقی معجزہ پیش کرے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس بارے میں ایسا معجزہ پیش کر رکھا ہے جس کا کوئی جواب روس کی ساری الحادی زبانیں مل کر بھی نہیں دے سکتیں۔ اور ہمارا خدا آئندہ بھی اس بارے میں زندہ معجزات پیش کر رہا ہے۔ خدائے قادرِ مطلق کوئی تماشہ گر مداری نہیں۔ وہ انسانوں کے تابع نہیں۔ وہ خدا ہے اور ہم سب اس کے بندے ہیں۔ وہ بلاشبہ اپنی ہستی کے ثبوت کے لئے معجزات و بیّنات دکھلاتا ہے۔ تا بندے ہدایت پاویں۔ مگر وہ انسانوں کا غلام اور خادم نہیں کہ ان کے احکام کی تعمیل کے لئے کمربستہ ہے۔

آسمانی نوشتوں پر غور کرنے والوں کے لئے روس کا یہ چیلنج خود اللہ تعالےٰ کی ہستی کا ایک ناطق ثبوت ہے۔ اڑھائی ہزار برس گزرے کہ اللہ تعالےٰ نے حزقیل نبی کی معرفت اعلان فرمایا تھا :-

"اے جوج! روش اور مسک اور توبال کے سردار۔ میں تجھے پلٹ دونگا۔ اور تجھے لئے پھروں گا۔ اور ایسا کرونگا کہ تو اُتر کی اطراف سے چڑھ آئے اور تجھے اسرائیل کے پہاڑوں پر لاؤں گا۔ اور تیری **کمان** جو تیرے بائیں ہاتھ میں ہے گرا دوں گا اور ایسا کروں گا کہ تیرے

تیر تیرے دہنے ہاتھ سے گر پڑیں گے۔"

(حزقیل $\frac{39}{2-3}$)

قریباً دو ہزار سال ہوئے کہ مکاشفہ یوحنا میں حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشگوئی کے ذکر کے بعد اعلان کیا گیا کہ:-

"جب ہزار برس پورے ہو چکیں گے
تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا۔
اور ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف
ہوں گی یعنی یاجوج و ماجوج کو گمراہ کر کے
لڑائی کے لئے جمع کرنے کو نکلے گا۔ ان کا شمار
سمندر کی ریت کے برابر ہوگا۔ اور وہ تمام
زمین پر پھیل جائیں گی۔"

(مکاشفہ $\frac{20}{27}$)

پھر آج سے تیرہ سو برس پہلے قرآن مجید نے اعلان فرمایا تھا:-

(الف) حتّٰی اذا فُتِحت یاجوجُ وماجوجُ
وھم من کلّ حدبٍ ینسلون۔
(الانبیاء: ۹۶)

کہ اس آخری وقت میں یاجوج و ماجوج
کھل جائیں گے اور وہ ہر بلندی پر دوڑتے
پھریں گے۔"

(ب) وترکنا بعضھم یومئذٍ یموجُ
فی بعض ونفخ فی الصّور فجمعنٰھم
جمعًا (الکہف: ۹۹)

ہم ان کو ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہونے
کے لئے آزاد چھوڑ دیں گے۔ ہاں اسوقت
بگل میں آواز بلند ہوگی یعنی خدا کا مامور
مبعوث ہوگا اور آسمانی ندا بلند کرے گا
تب ان سب کو اکٹھا کیا جائے گا۔"

اسی زمانہ کی بات ہے کہ مہبطِ قرآن پاک حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی خفی سے اطلاع پاکر صحابہؓ کو بتایا کہ:-

"مسیح موعود کے زمانہ میں یاجوج و ماجوج
کا خروج ہوگا۔ ظاہری طاقت سے ان
کا مقابلہ نہ ہو سکے گا۔ البتہ آسمانی نشانوں
اور طور والی تجلیات سے ان کے
شر کا ازالہ کیا جا سکے گا۔ یاجوج و ماجوج
دنیا بھر کے علاقوں پر قابض ہو جائیں گے
اور ساری زمین کا پانی چوس لیں گے۔ وہ
اپنی مادی ترقیات سے مغرور ہو کر پکار
اٹھیں گے کہ ہم زمین والوں کو تو دبا چکے
آؤ اب ہم اس ذات اعلیٰ و برتر
کو بھی نیست و نابود کر دیں جسے
آسمانوں پر قرار دیا جاتا ہے
ھلمّ نقتل من فی السّماء
چنانچہ وہ اس غرض سے اپنے تیر
چلائیں گے۔ ایک عرصہ تک یہ سب
کچھ ہوتا رہے گا۔ لیکن اگر ان لوگوں
کی اصلاح نہ ہوئی تو ان پر آسمانی
عذاب نازل ہوگا اور یہ تباہ ہو جائیں گے۔"

یہ ان بیانات کا مختصر خلاصہ ہے جو احادیث نبویہ میں یاجوج و ماجوج کے بارے میں کتب احادیث صحیح مسلم وغیرہ میں درج ہیں۔

ابھی حال کی بات ہے کہ بیسویں صدی مسیحی کے بالکل آغاز میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اللہ تعالےٰ سے علم پاکر روس کے موجودہ انقلاب کے بارے میں پیشگوئی فرمائی تھی اور زار روس

کی حالتِ زار کی خبر سے دُنیا کو چونکا دیا تھا۔ فرمایا تھا ؎

مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حالِ زار

چنانچہ ہزاروں لاکھوں انسانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سرزمین روس میں خدا کی پیشگوئی کس ہولناک طریق سے پوری ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی ان باتوں میں سے جو آج بھی انہونی نظر آتی ہیں۔ ایک خبر یہ ہے کہ آخر روس کا عصا توحید کے علمبرداروں کے ہاتھ میں آجائے گا۔ اور یورپ و امریکہ میں اسلام پھیل جائے گا۔

یہ سارے امور ایک منصف مزاج کی نگاہ میں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر چمکتے ہوئے نشان ہیں۔ آج کے روس سے جو الحادی آوازیں اٹھ رہی ہیں اُن کے بارے میں خود آسمانی وحی میں خبریں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صدہا برس پیشتر اپنے برگزیدہ رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تھا کہ آخری زمانہ میں یاجوج و ماجوج خدا کی ہستی کا انکار کر کے اسے چیلنج کریں گے۔ ان حالات میں کیا یہ چیلنج خود ہستی باری تعالیٰ کا ایک ثبوت نہیں؟

ہم کہہ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ انسانوں کے ماتحت ہے کہ ان کے اشارہ پر چلے اور نہ وہ کوئی تماشہ گر ہے۔ لیکن وہ اپنی ہستی کو اپنے جلی نشانات اور زور آور حملوں سے ہر زمانہ میں ثابت کرتا رہتا ہے۔ اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کا قیام بھی اسی مقصد کے پیش نظر ہوا ہے۔ اگر روسی ملحدین سنجیدگی سے اس مسئلے کا فیصلہ کرنا چاہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات کے دیکھنے پر اسلام کے قبول کرنے کا مخلصانہ اقرار کریں۔ تو ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعا پر آج بھی اپنے عظیم الشان نشان ظاہر فرمائے گا۔ تا حق و باطل میں فیصلہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بارے میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں رحمت و برکت کے نشانات بھی بے شمار ہیں اور اس کی طرف سے عذابوں کے نشانات کی بھی کمی نہیں۔ وہ ہر رنگ میں اپنی قدرت کا اظہار کرتا ہے اور ہر خطۂ زمین پر اپنی تجلیات فرماتا ہے۔ سعادت مند ایسے نشانوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور آئندہ بھی فائدہ اٹھائیں گے۔

ہم پورے خلوص اور صدق دل سے روس کے آوازدہندگان تک اپنا یہ پیغام پہنچانا چاہتے ہیں کہ زندہ خدا آج بھی اپنی ہستی اور اپنی قدرتوں کے ثبوت اور اظہار کے لئے جلالی اور جمالی نشانات دکھاتا ہے اور اپنے پیارے بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور قبل از وقت آئندہ کے واقعات کی انہیں اطلاع دیتا ہے۔ جماعت احمدیہ اس کا قطعی ثبوت پیش کرنے کے لئے قائم ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ طالب صادق سنجیدگی سے حق کا طلبگار ہو۔ تماشہ اور تمسخر اس کا شعار نہ ہو۔ تب آسمانی رحمتوں کے دروازے کھلتے ہیں اور آج بھی کھل رہے ہیں کیا روسی ملحدین اس بارے میں سنجیدہ اور صادقانہ قدم اٹھانے کیلئے تیار ہیں؟ اے کاش انسان حقیقی پیاس کیسا تھ ارحم الراحمین کے آستانہ پر آئے۔ تا وہ روحانی برکتوں سے مالا مال ہو اس طور پر آنے والا کبھی اس بارگاہ سے ناکام نہیں پھرا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ◆

قرآن مجید اور مذہبی جبر

قرآن مجید میں مرتد کو سنگسار کرنے کا کوئی حکم نہیں!

مدیر "ریاست" دہلی اور ایڈیٹر "مسیحی خادم" کی غلط فہمی کا ازالہ

سردار دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر اخبار "ریاست" دہلی لکھتے ہیں :-

"کوئی کتاب بھی نہیں جس میں دوسرے مذاہب کی مخالفت نہ کی گئی ہو۔ مثلاً گورو گرنتھ صاحب میں جنیو، منترادھوں اور بُتوں کی مذمت کی گئی ہے اور قرآن میں مرتد کو سنگسار کر دینے کی بھی تلقین موجود ہے جو اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کرے۔"

(ریاست ۶ر جولائی ۵۹ء)

رسالہ "مسیحی خادم" گوجرانوالہ لکھتا ہے :-

"آپ نے بڑے زور سے دعویٰ کیا کہ بنی نوع انسان آدم کے سبب موروثی گناہ کے غلام نہیں اور سب بچے پیدائشی طور پر معصوم بے گناہ ہوتے ہیں تو پھر عرب کے لوگوں کو بزورِ بازو۔ شمشیر۔ توحید الٰہی پر ایمان لانے کے لئے کیوں مجبور کیا گیا۔" (اگست ۵۹ء صفحہ ۱۵)

دونوں اقتباسات میں غیر مسلموں کی طرف سے قرآن مجید اور اسلام پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اسلام میں جبر ہے اور قرآن مجید مذہب سے مرتد ہونے والے کو سنگسار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ الفاظ پر غور کیا جائے تو اخبار "ریاست" کا الزام **غلط فہمی** پر مبنی ہے مگر "مسیحی خادم" کا اعتراض **بدنیتی** کا نتیجہ ہے۔

قرآن مجید صاف اور غیر مبہم الفاظ میں اعلان کرتا ہے۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغیّ۔ کہ دین کے بارے میں کسی قسم کا جبر روا نہیں اور اس کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ صداقت اپنے دلائل کے ساتھ روشن ہو چکی ہے اور گمراہی کی حقیقت بھی سب پر عیاں ہے۔

قرآن مجید ایسے لوگوں کو جو اندرونی طور پر اور خلوص سے اسلام پر اعتقاد نہ رکھتے ہوں **منافق** قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے :-

اِنّ المنافقین فی الدّرک الاسفل من النّار۔

"کہ منافق کافروں سے بھی بدتر ہیں اور وہ جہنم کے سب سے نچلے حصہ میں ہوں گے۔"

قرآن مجید تمام مذاہب کے پیروؤں سے مطالبہ کرتا ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل اور اپنا برہان پیش کرو۔ پھر قرآن مجید اپنے پیش کردہ ہر دعویٰ کی دلیل پیش کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے لیھلک من ھلک عن بیّنۃ و

يحيىٰ من حيّ عن بيّنة۔ کہ اصل ہلاک شدہ وہی ہے جو دلیل کے رُو سے عاجز اور درماندہ ہے۔ اور اصل زندگی اسی کو حاصل ہے جو دلیل کے رُو سے زندہ ہے۔

قرآن مجید وہ پہلی کتاب ہے جس نے برملا اعلان کیا ہے۔ قل الحقّ من ربّكم فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر۔ اے پیغمبر! تو کہدے کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے صداقت ہے۔ باقی تم میں سے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔

نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

" ولو شاء ربّك لآمن من في الارض كلّهم جميعاً أفانت تُكره النّاس حتّى يكونوا مؤمنين۔

کہ اگر اللہ تعالیٰ جبری مشیت سے کام لے تو سب اہلِ زمین مومن ہو جائیں۔ (لیکن وہ جبر واکراہ سے کام نہیں لیتا) تو کیا تُو لوگوں کو ایمان لانے کے لئے مجبور کرے گا؟"

اسلام سے ارتداد اختیار کرنے والوں کے متعلق فرماتا ہے :-

إنّ الّذين كفروا بعد ايمانهم ثمّ ازدادوا كُفراً لن تُقبل توبتهم واولٰئك هم الضّالّون ٥ انّ الّذين كفروا وماتوا وهم كفّار فلن يُقبل من احدهم ملءُ الارض ذهباً ولو افتدى به اولٰئك لهم عذابٌ اليم وما لهم من ناصرين۔

کہ جو لوگ ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیتے ہیں اور کفر میں بڑھتے ہی جاتے ہیں پھر ان کی توبہ قبول نہیں ہوتی وہ کھلے گمراہ ہیں۔ جو لوگ اسی کفر کی حالت میں مر جائیں گے اُن سے اگلے جہان میں کوئی فدیہ قبول نہ کیا جائے گا خواہ وہ زمین کی بھر پوری کے برابر سونا پیش کرنا چاہیں۔ ان کے لئے وہاں دردناک عذاب ہوگا اور ان کے مددگار نہ ہوں گے۔"

ایک دوسری جگہ فرمایا:-

إنّ الّذين آمنوا ثمّ كفروا ثمّ آمنوا ثمّ كفروا ثمّ ازدادوا كفراً لم يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم سبيلاً۔

کہ جو لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے کفر اختیار کر لیا۔ پھر مومن ہوئے اور پھر کافر بن گئے اور کفر میں بڑھتے گئے اللہ تعالیٰ انہیں معاف نہ کرے گا نہ کامیابی کا راستہ دکھائے گا۔"

ان آیات میں جبر و تشدد کی شدید مذمت کے علاوہ ارتداد کو بھی ایک بُرا فعل قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اسلام ایک کھلی سچائی ہے لیکن بایں ہمہ کفر یا ارتداد کی کوئی دنیوی سزا اسلام میں مقرر نہیں ہے۔ البتہ اگلے جہان میں انسان کو اپنی نیت اور عمل کے مطابق ضرور اس کا بدلہ ملے گا۔

مدیر "ریاست" تو مرتد کے لئے از روئے قرآن مجید سنگساری کی سزا سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید ان کی طبعی موت کا ذکر کرتا ہے اور ان کے لئے کسی دنیوی سزا کا ذکر تک نہیں کرتا۔ مزید برآں یہ بھی صداقت ہے کہ قرآن مجید نے

باب اوّل پر نظر

"حرفِ محرمانہ" پر تبصرہ

(۲)

کیا کوئی نبی نئی شریعت لیکر نہیں آیا؟ جناب برق صاحب نے

باب اوّل کا عنوان "مسئلۂ ختم نبوت قرآن کی روشنی میں" مقرر فرمایا ہے اور "تمہیدی گزارشات" میں ایک انوکھی بات پیش کی ہے۔ فرماتے ہیں "یہ واضح کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نبی نئی شریعت لے کر نہیں آیا تھا بلکہ تمام انبیاء ایک ہی پیغام کو مختلف زبانوں اور زمانوں میں دہراتے رہے۔" (ص۱۷) پھر ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"یہ فرض کر لینا کہ بعض انبیاء شریعت کے بغیر آئے تھے ایک مضحکہ خیز تصوّر ہے۔ اگر ان انبیاء کے پاس کوئی پیغام یا شریعت یا ضابطۂ اخلاق موجود نہیں تھا۔ تو ان کی تشریف آوری کا مقصد کیا تھا۔ کیا وہ بھیڑیں چرانے آئے تھے یا ایران وعرب میں تجارتی تعلقات قائم کرنے آئے تھے۔" (ص۱۸)

برق صاحب کی عبارت کا تیسرا اقتباس یوں ہے:۔

"پس ہم کسی نبی کو غیر شرعی فرض ہی نہیں کرسکتے۔ ہر نبی کے ساتھ وحی تھی۔ وہ نبی وحی سے درس خیر وشر لے کر امت تک پہنچاتا تھا۔ اسی وحی کا نام، خواہ وہ دس صفحات میں پھیلی ہوئی تھی یا ہزار میں شریعت ہے جو ہر زمانے میں ایک تھی۔" (ص۱۹)

برق صاحب کا ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ "اگر مذہب بھی کسی سچائی کا نام ہے تو اسے لازماً ہر زمانے میں ایک ہونا چاہیئے۔" (ص۲۱)

ان بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی نبی بغیر شریعت کے نہیں ہوتا۔ اور ہر نبی کو بذریعۂ وحی وہی شریعت دی گئی تھی جو پہلے نبی کے پاس تھی۔

جواباً گزارش ہے کہ یہ تو درست ہے کہ ہر نبی شریعت رکھتا ہے۔ نبی تو بڑی بات ہے کوئی مومن بھی بغیر شریعت کے نہیں ہوسکتا۔ اسلئے یہ تو تصوّر نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک نبی برپا ہو اور اصلاحِ خلق کی ذمہ داری اس پر ڈالی گئی ہو لیکن اس کے پاس کوئی شرعۃ اور منہاج نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولکلٍّ جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجًا (المائدہ: ۴۸) پس اس مفہوم میں ہمیں برق صاحب سے اتفاق ہے کہ ہر نبی کے پاس شریعت ہوتی ہے جس کا نفاذ اور جس کی اقامت اس کے ذمہ ہوتی ہے۔

جو لوگ انبیاء کی دو قسمیں مانتے ہیں (۱) تشریعی نبی۔ (۲) غیر تشریعی نبی۔ ان کا بھی ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ بعض نبی (یعنی غیر تشریعی نبی) محض "بھیڑیں چرانے آئے تھے یا ایران وعرب میں تجارتی تعلقات قائم کرنے آئے تھے" بلکہ ان کا محقق اور منقح عقیدہ یہی ہے کہ غیر تشریعی نبی سابقہ قائم شدہ شریعت کو اپنی قوم میں جاری ونافذ کرنے آئے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب تک ایک شریعت اور قانون ایک قوم کی ضروریات کے لئے کافی ہے اور ابھی تحریف وتبدیل سے محفوظ ہے تو نئی شریعت اور نئے قانون کی ضرورت نہ ہوگی۔ البتہ اس قوم کی اس شریعت سے روگردانی اور انحراف کا مداوا کرنے کے لئے اور انہیں اس شریعت پر عمل پیرا بنانے کے لئے خدا کا فرستادہ ان کے

دلوں میں زندہ یقین اور ان کے جوارح میں قوتِ عمل پیدا کرنے کے لئے مبعوث ہو سکتا ہے۔ بھولے ہوئے سبق کو یاد کرانا اور پس پشت پھینکی ہوئی کتاب کو دوبارہ قوم کا دستور العمل بنانا بھی عظیم الشان کارنامہ ہے اور یقیناً یہ کام انبیاء کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَ
نُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ
أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ
وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن
كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ

(المائدہ: ۴۴)

"کہ ہم نے **تورات** کو نازل کیا۔ اس میں ہدایت اور نور تھا۔ اسی تورات کے مطابق وہ انبیاء جو **تورات کے تابع تھے**، نیز **روحانی** اولیاء اور **ظاہری علماء** یہود کے لئے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ کتاب اللہ کے نگران اور محافظ قرار دیئے گئے تھے۔"

اس آیت سے بالبداہت ثابت ہے کہ یہود کے درمیان تورات موجود تھی اور اس تورات کے مطابق فیصلہ کرنے والے ظاہری علماء اور روحانی علماء بھی تھے۔ ان کے علاوہ وہ **انبیاء بھی تھے جو موسوی شریعت کے نفاذ کے لئے مبعوث** ہوتے تھے۔ اس آیت میں "النبیون الذین اسلموا" میں تورات کے تابع غیر تشریعی انبیاء کا ذکر ہے۔ یہ انبیاء بنی اسرائیل میں مبعوث ہوتے تھے اسلئے کسی دوسری زبان کا سوال نہ تھا۔ ان انبیاء کا کام یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے لئے تورات کی مطابقت میں فیصلے کیا کرتے تھے۔ گویا انکی بعثت کی غرض تورات کی شریعت کا اجراء اور نفاذ تھا۔ ایسے ہی انبیاء کو غیر تشریعی نبی کہا جاتا ہے۔ وہ نئی شریعت نہیں لاتے بلکہ سابقہ شریعت کو جاری اور قائم کرنا انکا **نصب العین** ہوتا ہے۔

واقعات کی دنیا میں بھی یہ ثابت شدہ صداقت ہے کہ ہزارہا انبیاء دنیا کی قوموں میں گذر چکے ہیں۔ قرآن مجید نے ان میں سے بعض کا ذکر فرمایا ہے اور اکثر کے ناموں تک کا بیان نہیں فرمایا۔ بایں ہمہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ شرائع بہت محدود آئی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ چار پانچ شریعتوں کا نام لیا جاتا ہے۔ جن کا نزول چار پانچ انبیاء پر ہوا تھا۔ اس **واقعاتی شہادت** سے بھی جناب برق صاحب کا نظریہ نادرست معلوم ہوتا ہے۔

خود قرآن مجید میں مذکور ہے کہ بعض اوقات ایک زمانہ میں دو یا دو سے زیادہ نبی ایک ہی قوم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ایک زمانہ میں تھے اور ایک ہی جگہ بنی اسرائیل میں تھے۔ اور حالت یہ تھی کہ حضرت موسیٰؑ حضرت ہارونؑ سے بازپرس کرتے ہوئے فرماتے ہیں أَفَعَصَيْتَ أَمْرِي (طٰہٰ ۹۴) کیا آپ نے میری نافرمانی کی ہے؟ گویا یہ واضح ہے کہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے تابع تھے۔ اب کیا برق صاحب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ پر الگ شریعت نازل ہوئی تھی اور حضرت ہارونؑ پر الگ۔ کیا "بکریاں چرانے یا ایران و عرب میں تجارتی تعلقات" قائم کرنے کی نسبت یہ صورت زیادہ **مضحکہ خیز** نہیں کہ ایک ہی مقام پر ایک ہی زمانہ اور ایک ہی قوم میں دو نبیوں پر علیحدہ علیحدہ طور پر ایک ہی شریعت نازل ہو رہی ہے؟

یہ کہنا تو درست ہے کہ **بنیادی صداقتوں** کے لحاظ سے سب شریعتیں متحد ہیں۔ کیونکہ نہ ممکن ہے کہ ایک شریعت میں سچ بولنے کا حکم ہو مگر دوسری میں سچ بولنے کو حرام قرار دیا جائے۔ لیکن قوموں کے دائرہ کی وسعت اور ان کے **ارتقاء** کے ساتھ ساتھ احکامِ الٰہی میں بھی ارتقاء لازمی ہے۔ شریعت

کی مثال تعلیمی کورس یا حکیم کے نسخہ سے دی جا سکتی ہے۔ پہلی جماعت کا تعلیمی نصاب اور ایم۔ اے کا تعلیمی کورس بنیادی طور پر تو مختلف نہیں ہوتا مگر یہ کہنا قطعاً درست نہیں کہ دونوں نصاب بالکل ایک ہیں یا ایک دوسرے کا ترجمہ ہیں۔ ہر عقلمند طبیب بیمار کی حالت کے تبدیل ہونے کے ساتھ ساتھ نسخہ کے اجزاء اور ان کی مقدار میں تبدیلی کر دیتا ہے۔ ہر نسخہ اپنی جگہ پر صداقت ہے۔ لیکن حالات کے بدل جانے سے اس کا بدل جانا لازمی ہے۔ ہاں اگر بالغ نظر انسانی نسل کے سامنے جامع شریعت رکھ دی جائے اور انہیں اجتہاد کا حق حاصل ہو تو وہ خود فروعی تبدیلی کو اختیار کر سکتے ہیں اور اسی شریعت میں بمناسب حال احکام کو جاری کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کامل ہے۔ اس کی شان "کل یوم ھو فی شأن" ہے۔ جسم انسانی کی تخلیق میں ارتقاء موجود ہے مگر ایک مقام پر جا کر اس کا خاتمہ ہے۔ ابتدائے آفرینش میں قومیں علیحدہ علیحدہ تھیں، ایک دوسرے سے الگ تھلگ تھیں اسلئے قومی انبیاء آتے رہے۔ اور قومی شریعتوں کا دَور جاری رہا لیکن جب انسانی نسل ایک قوم کی حیثیت اختیار کرنے کے قابل ہوگئی اور دماغی طور پر بھی اسے ارتقاء حاصل ہوگیا تو اللہ تعالےٰ نے سارے انسانوں کے لئے جامع شریعت نازل فرما کر اسے ہمیشہ ہمیش کے لئے **محفوظ** کر دیا۔ جس طرح **قومی دَور** کی شریعتوں کو ابتداءً لانے والے انبیاء تشریعی نبی قرار پائے اور بعد ازاں ان شریعتوں پر چلانے کے لئے آنے والے نبی غیر تشریعی نبی ٹھہرے۔ اسی طرح اس **عالمگیر دَور** کی شریعت قرآن مجید کے لانے والے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم صاحب شریعت نبی ہوئے اور آئندہ اس شریعت پر چلانے کے لئے آنیوالے نبی غیر تشریعی نبی کہلائیں گے۔

اللہ تعالےٰ بنی اسرائیل کی شریعت کے ذکر کے بعد فرماتا ہے :-

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الجاثیہ : ۱۸)

"پھر ہم نے تجھے اے پیغمبر جامع شریعت پر قائم کیا تو اسی کی پیروی کرتا رہ اور بے علم لوگوں کی خواہشوں کی اتباع نہ کر۔"

دوسری جگہ فرمایا :-

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء : ۶۹)

"کہ اب جو لوگ اللہ تعالےٰ اور اس کے اس رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان میں شامل ہوں گے جن پر اللہ تعالےٰ پہلے انعامات فرما چکا ہے یعنی وہ نبی، صدیق، شہید اور صالح ہوں گے۔"

گویا قرآنی شریعت کے مطیعین میں صالح، شہید اور صدیق کے علاوہ غیر تشریعی انبیاء بھی ہوں گے۔

ایک اور طریق سے

جناب برق صاحب کا کہنا ہے "کہ تمام انبیاء ایک ہی پیغام کو مختلف زبانوں اور زمانوں میں دُہراتے رہے۔" ہم دیکھتے ہیں کہ ان انبیاء کے لائے ہوئے جو **پیغام** ہمارے سامنے موجود ہیں ان میں مختلف پہلوؤں سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جو کتابیں مذاہب عالم کے پیروؤں کے ہاتھوں میں ہیں ان کے مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے۔

قرآن مجید نے اپنے نزول کے ساتھ تمام اہل مذاہب کو **چیلنج** کیا ہے کہ اگر تم کو قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے میں شبہ ہے تو تم قرآن مجید کی **مثل** پیش کرو۔ اس کی ایک

سورۃ کی نظیر بنا کر لاؤ۔ اِس تحدّی کے ساتھ یہ بھی اعلان فرما دیا کہ یہ لوگ سب مل کر بھی قرآن مجید کی ایک سورۃ کی مثل پیش نہیں کرسکتے۔ اب برق صاحب تدبّر فرمائیں کہ اگر قرآن مجید اور اہل کتاب کے ہاتھوں میں موجودہ صحائف میں صرف زبان اور زمانہ کا فرق تھا ورنہ وہ ایک ہی پیغام تھا صرف ترجمہ کا سوال تھا۔ تو اوّل تو چیلنج بے معنی سی بات ہے (نعوذ باللہ) دوم پھر یہود و نصاریٰ کو کیا ہوگیا تھا۔ دوسرے اہلِ کتاب کو کیا ہوگیا تھا کہ انہوں نے قرآن مجید کے مقابلے پر اپنی کتب کو پیش نہ کر دیا اور یہ ثابت نہ کر دیا کہ حضرت یہ تو صرف زمانہ اور زبان کا فرق ہے ورنہ آپ کونسی نئی چیز لائے ہیں آپ نے ہماری شریعت کا ترجمہ ہی تو کر دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چیلنج اور تمام اہلِ مذاہب کا قرآن مجید کی ایک سورۃ کی مثل پیش کرنے سے بھی کامل عجز اس بات کا واضح ترین ثبوت ہے کہ اہل کتاب کے صحیفوں اور قرآن مجید میں درحقیقت زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کیا جناب برق صاحب کے لئے اتنی سی موٹی بات سمجھنا بھی دشوار ہے؟

برق صاحب کی پیش کردہ آیات

اپنے مذکورہ بالا دعویٰ کے ثبوت کے طور پر جناب برق صاحب لکھتے ہیں :-

"اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن میں فرمایا
انّ ھٰذا لفی الصحف الاولٰی
یہ قرآن پہلے صحیفوں میں بھی موجود ہے۔"
(حرفِ محرمانہ ص۱۹)

یہ آیت قرآن مجید میں صرف ایک مرتبہ سورۃ الاعلیٰ کے آخر میں آئی ہے۔ جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ قرآن مجید کی پیشگوئی پہلے صحیفوں میں پائی جاتی ہے یا یہ کہ قرآن مجید کے بنیادی اصول صحفِ سابقہ میں بھی مذکور ہیں۔ گویا یہ وہی دعویٰ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فیھا کتبٌ قیّمۃ (سورۃ البیّنۃ) میں فرمایا ہے۔ یعنی پہلی کتابوں کی متفرق صداقتوں کو قرآن مجید میں جمع کر دیا گیا ہے اور پہلے صحیفوں کی کوئی قائم رہنے کے قابل صداقت قرآن مجید سے باہر نہیں ہے۔ اس کے برخلاف انّ ھٰذا لفی الصحف الاولٰی کا یہ مطلب درست نہیں کہ یہ قرآن اپنی عالمگیر تعلیمات کے ساتھ سابقہ صحیفوں میں سے ہر ایک صحیفہ میں موجود تھا۔ صحیح مطلب یہ ہے کہ یا تو اس سے اصولی تعلیمات کا اتحاد مراد ہے اور یا ان صحیفوں میں قرآن مجید کی پیشگوئی کا موجود ہونا مراد ہے۔

برق صاحب نے اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں کہ قرآن مجید اور پہلی کتابیں بالکل ایک ہیں آیت مایقال لك الّا ما قد قیل للرسل من قبلك (فصلت ۴۴) کو پیش کیا ہے۔ حالانکہ اِس آیت کی ترکیب اور اس کا محلّ وقوع صاف بتا رہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اے رسول! تجھ پر بھی دشمنوں کی طرف سے وہی اعتراض کئے جا رہے ہیں جو پہلے صادق نبیوں کے وقت میں انکے دشمنوں نے کئے تھے۔ اِن معنوں پر سابقہ آیت میں اِنّ الّذین کفروا بالذکر کے الفاظ کا واضح قرینہ موجود ہے۔ لیکن محض اپنی بات کی پَچ میں جناب برق اِس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں :-

"ہم تمہیں وہی پیغام دے رہے ہیں
جو تم سے پہلے تمام انبیاء کو دیا گیا۔"

حالانکہ قِیْلَ اور یُقَالُ کے فعل مجہول لانے کی وجہ سے یہ مفہوم پیدا ہی نہیں ہوتا۔

اِس ضمن میں برق صاحب نے ایک تیسری آیت بھی پیش کی ہے :-

"شرع لکم من الدین ما وصّٰی
بہٖ نوحًا والّذی اوحینا الیك

وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ
وعیسیٰ ۔ (الشوریٰ : ۱۳)
اے محمدؐ ہم تمہیں وہی دین اور وہی شریعت
دے رہے ہیں جو نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰ اور
عیسیٰ کو دی گئی تھی" (ص۹)

اگر اس آیت کا وہی مفہوم ہو جو برق صاحب نے مراد لیا ہے تو بھی اس سے یہ ثابت ہوگا کہ بعض انبیاء شریعت لاتے رہے ہیں اور بعض انبیاء بغیر شریعت کے آتے رہے ہیں ورنہ اللہ تعالےٰ چار نبیوں کا نام لے کر یہ نہ فرماتا کہ ہم نے تجھ کو اسی طرح شریعت دی ہے جس طرح نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دی تھی بلکہ یوں فرماتا کہ ہم نے تجھ کو وہی شریعت دی ہے جو آدمؑ کو دی تھی اور آدمؑ کے بعد دوسرے سب نبیوں کو دی تھی۔ قرآنی آیت کا اسلوب بیان بہرحال برق صاحب کے زعم کا ابطال کر رہا ہے۔

لفظ خاتم وجہ نزاع ہے

برق صاحب "تمہیدی گزارشات" کے بعد آیت خاتم النبیین کو درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"اس آیت کا صرف ایک لفظ خاتم
وجہ نزاع بنا ہوا ہے۔ احمدی بھائی اس
کا ترجمہ مُہر کرتے ہیں۔ محمد علیہ السلام
انبیاء کی مُہر ہیں۔ یعنی امت محمدیہ کے
انبیاء حضور علیہ السلام کے مُہر شدہ
فرمان سے آئیں گے اور حضور کی تصدیق
کے بغیر آئندہ کوئی نبی نہیں آسکے گا اور
باقی مسلمان خاتم کے معنے آخری کرتے
ہیں"

برق صاحب آگے لکھتے ہیں :-

"مجھے صرف تین ایسی عدالتیں نظر
آتی ہیں جو اس نزاع پہ فیصلہ دینے کی
مجاز ہیں۔ اول علمائے لغت یعنی عربی
زبان کے ماہرین، دوم قرآن اور سوم
حدیث" (ص۲)

ہمیں یہ عدالتیں تو منظور ہیں مگر برق صاحب نے ان کی ترتیب غلط کر دی ہے۔ اصل فیصلہ دینے والی تو قرآن مجید کی عدالت ہے۔ حدیث بھی اس کے تابع ہے اور علماء لغت تو افراد ہیں۔ ان کی قابلیتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ۔ اسلئے بجائے علمائے لغت کے صرف یہ کہنا چاہیئے کہ تیسری عدالت عربی زبان کی ہوگی۔ بہرحال ہم ان تینوں عدالتوں کو تسلیم کرتے ہیں اور آیت خاتم النبیین کے معنوں کا فیصلہ ان عدالتوں کے حکم کے مطابق مانتے ہیں۔

لغت کی روشنی میں

برق صاحب نے سب سے پہلے لغت کی روشنی میں المنجد، منتہی الارب، صراح وغیرہ کا نام لے کر خاتم کے معنے "مُہر، انگوٹھی، انجام، کسی چیز کو ختم کرنے والا، کاغذ پر مُہر کا نقش" درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ :-

"اب دیکھنا یہ ہے کہ آیۂ زیر بحث میں
کون سے معنی چسپاں ہوتے ہیں۔ آخری
نبی کا مفہوم تو بالکل صاف ہے لیکن
نبیوں کی مُہر یا انگوٹھی کا کوئی مطلب سمجھ
میں نہیں آتا" (ص۲۱)

سمجھ میں نہ آنے کی بھی ایک ہی کہی ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مُہر کی غرض وغایت تصدیق، زینت اور ایجاد ہوتی ہے۔ بخاری شریف میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کے نام خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپؐ سے عرض کیا گیا کہ ان لوگوں کا طریق یہ ہے کہ بجز

تصدیقی مُہر کے کسی خط کو قبول نہیں کرتے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے اپنے اسم مبارک کی مُہر بنانے کا حکم دیا۔ آج بھی دنیا بھر کی عدالتوں اور سرکاری محکموں میں تصدیق کی غرض سے مُہر لگائی جاتی ہے۔ پس مُہر کی ایک غرض تو تصدیق ہے۔

مُہر اور انگوٹھی کی دوسری غرض **زینت** ہوتی ہے ۔ انگوٹھی پہننے والے کے لئے زینت کا موجب ہوتی ہے۔ لغت کی کتاب **مجمع البحرین** میں لکھا ہے :-

" و محمد خاتم النبیین یجوز
فیہ فتح التاء و کسرھا فالفتح
بمعنی الزینۃ ماخوذ من الخاتم
الذی ھو زینۃ للابسہ "
(زیر لفظ خاتم)

تفسیر **فتح البیان** میں لکھا ہے :-

" صار کالخاتم لھم الذی یختمون
بہ و یتزینون بکونہ منھم ۔
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء
کے لئے بمنزلہ انگوٹھی قرار پائے اور آپ
ان میں سے ہو کر ان کی زینت کا موجب
بنے " (جلد ۷ صفحہ ۲۸۶)

ابن معتوق مشہور شاعر نے اپنے اس شعر میں اسی مفہوم کو ادا کیا ہے ؂

طوق الرسالۃ تاج الرسل خاتمھم
بل زینۃ لعباد اللہ کلھم
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسالت کا ہار،
رسولوں کا تاج ، نبیوں کی انگوٹھی اور زینت
ہیں بلکہ اللہ کے سب بندوں کے لئے فخر و زینت
کا موجب ہیں "

اس لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جملہ نبیوں کیلئے زینت کا موجب ہیں۔ کیونکہ مُہر اور انگوٹھی کی ایک غرض زینت ہوتی ہے۔

مُہر کی تیسری غرض **ایجاد** ہوتی ہے۔ ہر عام و خاص جانتا ہے کہ حکومت کی مقررہ مُہر سے سادہ سے کاغذ کی قیمت سینکڑوں ہزاروں روپے ہو جاتی ہے۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-

" الختم والطبع یقال علی وجھین:
مصدر ختمت و طبعت و ھو
تاثیر الشئ کنقش الخاتم و
الطابع والثانی الاثر الحاصل
عن النقش " (المفردات)
کہ حقیقی طور پر لفظ ختم دو معنوں میں
ہی استعمال ہوتا ہے (۱) مصدری معنے
جیسے مُہر اور انگوٹھی کا نقش پیدا کرنا۔
(۲) نقش کرنے سے جو نشان پیدا ہو"

پس ختم کے معنے ایجاد اور مثل کے پیدا کرنے کے ٹھہرے اور خاتم وہ ہوگا جو ایجاد اور تخلیق کے لئے کام آئے۔

ہم حیران ہیں کہ جناب برق صاحب کے لئے خاتم کے معنے مُہر اور انگوٹھی سمجھنے میں کیا دشواری پیدا ہو رہی ہے ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے انبیاء کی مُہر قرار دیا۔ ان کے لئے بمنزلہ انگوٹھی ٹھہرایا۔ گویا آپ کی تصدیق سے نبیوں کی نبوّت ثابت ہوگی۔ نہ صرف آئندہ آنے والے نبی آپ کی تصدیق سے مانے جائیں گے بلکہ گزشتہ انبیاء بھی آپ کی تصدیق کے محتاج ہیں۔ اُمّت مسلمہ صرف اسی کو نبی مانے گی جس کی تصدیق حضرت خاتم النبیّین فرمائیں گے۔

گزشتہ انبیاء کی قوموں نے اپنے نبیوں کی طرف صدہا عیوب منسوب کر رکھے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ان سب کو پاک اور بے عیب قرار دیا اور آپ ان سب کی عزت افزائی اور زینت کا موجب بن گئے۔

اگر حضرت خاتم النبیین نہ ہوتے تو انبیاء پر لگائے ہوئے داغوں کو دھویا نہ جا سکتا۔ اور ان کے حسن و کمال کا اظہار نہ ہو سکتا۔ آپ کا زینۃ الانبیاء ہونا سب کیلئے باعثِ عزت قرار پا گیا۔

مُہر کی ایک غرض ایجاد و تخلیق ہوتی ہے۔ ہر نبی میں روحانی تخلیق کا مادہ تھا۔ ان کے ماننے والے صالح شہید اور صدیق بنتے تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ ایجاد سب سے بڑھ کر تھی۔ آپ کے ذریعہ نہ صرف صالح، شہید اور صدیق پیدا ہوتے تھے بلکہ آپ کے ذریعہ سے غیر تشریعی نبی بھی معرض وجود میں آ سکتے تھے۔ گویا آپ کی قوتِ قدسیہ نبی تراش ہے۔ اور آپ کی مُہر کمالاتِ نبوت بخشتی ہے۔ جہاں تک صالح، شہید اور صدیق کی ایجاد اور تخلیق کا سوال تھا سب نبی اس میں شریک تھے۔ مگر جب نبیوں کی ایجاد اور تخلیق کے درجہ کا سوال پیدا ہوا تو اس درجہ کو پانے والے صرف ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کا یہ مقام یگانہ اور منفرد ہے۔ اس بلند مرتبہ پر پہنچنے والے آپ اکیلے نبی ہیں۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو خاتم النبیین قرار دیا اور آپ کی اُمت کے لئے ہر چہار درجات کے کُھلے ہونے کا اعلان فرمایا۔

یہ کتنی واضح اور معقول تشریح ہے مگر تعجب ہے کہ جناب برق صاحب کو آنحضرت ؐ کے خاتم بمعنی مُہر و انگوٹھی قرار دیئے جانے کے معنے سمجھ نہیں آ رہے۔ العجب ثم العجب۔

آخری نبی کا صاف مفہوم

جناب برق صاحب فرماتے ہیں کہ "آخری نبی کا مفہوم تو بالکل صاف ہے"۔ ہمارے نزدیک بھی بات صاف ہے۔ کیونکہ آج تک اُمتِ مُسلمہ حضرت سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ان معنوں میں مانتی رہی ہے کہ آپ کی لائی ہوئی شریعت آخری شریعت ہے۔ اس کے بعد کوئی اور شریعت نہیں آ سکتی جو اسلامی شریعت کو منسوخ کرنے والی ہو۔ تیرہ سو برس تک عام مسلمان خاتم النبیین کی یہی تشریح کرتے رہے ہیں۔ اسلئے بھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی بلند مقام ہے اور اسلئے بھی کہ مسلمان عقیدہ رکھتے ہیں کہ آنے والا مسیح موعود اللہ تعالےٰ کا نبی ہے۔ اس کی نبوت کا انکار سلب ایمان کا موجب ہے۔ پس مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان معنوں میں آخری نبی مانتے رہے ہیں کہ آپ آخری صاحب شریعت پیغمبر ہیں۔ خاتم النبیین کا یہی مفہوم حضرت الشیخ محی الدین ابن العربی سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی تک نے تسلیم فرمایا ہے اور اپنی کتابوں میں اسے درج کیا ہے۔ اور ہمیں مسلّم ہے کہ آخری نبی کا یہ مفہوم بہت صاف اور واضح ہے۔ اس میں کسی قسم کا اشکال نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا وہ مفہوم جو آپ کی بلند شان کو نمایاں کرتا ہے یہ بھی ہے کہ آپ کائناتِ عالم میں آخری سند (Authority) ہیں۔ نبیوں میں آپ سے بڑھ کر کوئی مستند وجود نہیں ہے۔ آخری کا یہ مفہوم ہر زبان میں رائج ہے اور ہمارے روزمرہ کے محاورات میں استعمال ہوتا ہے۔ جب کسی معاملہ میں فیصلہ کن بات کی جاتی ہے تو اسے آخری قرار دیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں اوپر نیچے سینکڑوں عدالتیں قائم ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ پاکستان میں سپریم کورٹ آخری عدالت ہے۔ جس کے صاف معنے یہ ہیں۔ کہ اس سے اوپر اور بالا عدالت کوئی نہیں۔ اس آخری عدالت کے لفظ کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ اب سپریم کورٹ کے علاوہ پاکستان بھر میں کوئی عدالت نہیں رہی۔ گویا آخری عدالت کا لفظ ماتحت عدالتوں

کے وجود کو ختم نہیں کرتا بلکہ انہیں باقی رکھتا ہے البتہ یہ قرار دیتا ہے کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ سب عدالتوں کے لئے سند ہوتا ہے اور وہ سب اس کی پابند ہوتی ہیں۔ یہی مفہوم آنحضرتؐ کے آخری نبی ہونے کا ہے۔ کیونکہ آپؐ کا قول ناطق اور آپؐ کے فیصلے سب پر حجت ہیں۔

آخری کا ایک اور مفہوم **افضل** اور اعلیٰ کا ہوتا ہے۔ اقبالؔ، داغؔ کے متعلق کہتے ہیں

ع

آخری شاعر جہان آباد کا خاموش ہے

اقبالؔ خود شاعر تھے۔ دہلی میں بھی صدہا شاعر ہوتے رہے ہیں۔ داغؔ کو آخری شاعر کہنے کا بجز اس کے کوئی مطلب نہیں کہ اقبالؔ کی نظر میں وہ بہترین اور افضل شاعر تھے۔

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخرالانبیاء ہونے پر سب ایمان رکھتے ہیں۔ سوال صرف یہ ہے کہ جب قرآن ولغت کے مطابق غیر تشریعی انبیاء کا آنا اس کے مخالف نہیں تو برقؔ صاحب کے لئے کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟ (باقی پھر)

تحقیق معنی التوفیّ
فی
الرّد علی "کیل الموقیّ"

یہ ایک نہایت اہم مضمون ہے جو الفرقان کی آئندہ اشاعت میں طبع ہو رہا ہے۔ جو احباب اس نمبر کی زیادہ کاپیاں حاصل کرنا چاہیں، بالخصوص راولپنڈی وغیرہ کے احباب۔ وہ جلد تر مطلوبہ تعداد سے آگاہ فرمائیں ——— (ایڈیٹر)

قرآن مجید میں مرتد کو سنگسار کرنے کا کوئی حکم نہیں!

(صفحہ ۸ سے آگے)

کسی بھی جرم کے لئے سنگساری کی سزا شرعاً تجویز نہیں کی۔ پس مدیر "ریاست" کی یہ غلط فہمی ہے۔ کہ قرآن مجید نے مرتد کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔

"مسیحی خادم" سے ہم کہتے ہیں کہ اسلام نے اصولاً بھی جبر کی اجازت نہیں دی اور بطور واقعہ بھی کبھی اپنی اشاعت کے لئے جبر کو روا نہیں رکھا۔ اسلام نے صرف دفاعی طور پر شر پسند لوگوں کے مقابلہ میں ان کے جبر و تشدد کے انسداد کے لئے تلوار اٹھانے کی اجازت دی ہے۔ ورنہ کارلائل کے الفاظ میں غور تو کرو کہ اوّلین مسلمانوں میں سے تلوار چلانے والے کہاں سے آگئے تھے اور انہیں کس کی تلوار نے سر کیا تھا؟

علاوہ ازیں "مسیحی خادم" کو یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ اسلامی توحید تو اتنی معقول اور انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ کہ اس کے لئے کسی قسم کے جبر کی ضرورت ہی نہیں۔ کیا اللہ تعالےٰ کی توحید کے منوانے کے لئے دلائل اور براہین کافی نہیں کہ اس کے لئے شمشیر کو استعمال کیا جاتا۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلامی عقیدہ کے رو سے سب بچے پیدائشی طور پر پاک و معصوم ہوتے ہیں۔ البتہ ہر انسان میں نیکی اور بدی کی تحریک کو قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے اور اسے اس استعداد کو اپنی مرضی سے استعمال کرنے کی طاقت دی جاتی ہے

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ

کیا تجھے ان لوگوں کا حال معلوم نہیں جو موت سے ڈر کر ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔

الْمَوْتِ ؕ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ؕ

پھر خدا نے ان سے کہا کہ تم مر جاؤ۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان کو زندگی بخشی۔

إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

اللہ تعالیٰ یقیناً انسانوں پر بہت فضل کرنے والا ہے لیکن انسانوں کی اکثریت

لَا يَشْكُرُونَ ○ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا

شکرگزاری نہیں کرتی۔ اللہ کی راہ میں لوگوں سے (دفاعی) جنگ کرو اور یقین رکھو

تفسیری نوٹ

(۱) حضرت موسیٰؑ کی قیادت میں بنو اسرائیل کو جب مصر سے نکلنا پڑا تو وہ اسلئے بھاگے کہ فرعون کے پنجہ سے نجات پائیں۔ مگر جس **ارض مقدسہ** میں آباد ہونے کے لئے انہیں بھیجا جا رہا تھا اس کے حصول کے لئے انہیں **قربانی** دینی ضروری تھی۔ جس سے بنی اسرائیل ڈر گئے۔ اور انہوں نے فلسطینیوں کا **مقابلہ** کرنے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پرانے لوگ وہیں صحرا میں ناکام مر گئے۔ ہاں ان کی آئندہ نسل **چالیس سال** کے بعد ملک کنعان میں فاتحانہ انداز سے داخل ہوئی۔ آیت میں فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم کا یہی مطلب ہے۔

(۲) مظلوموں کو حق کی حمایت کے لئے جب **دفاعی جنگ** کی اجازت دی جاتی ہے تو درحقیقت ان کا بڑا امتحان ہوتا ہے۔ اسلئے فرمایا کہ تم راہ خدا میں دفاعی جنگ کرو۔ اور ساتھ ہی یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دعاؤں کو سننے والا اور تمہارے حالات کو جاننے والا ہے وہ تمہاری تائید و نصرت کرے گا۔

أَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ

کہ اللہ تعالیٰ سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔ کون شخص ایسا ہے کہ اپنے مال کا ایک حصہ بہترین رنگ میں

قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ؕ

الگ کرکے خدا کے پیش کر دے تا وہ اسے صدہا گنا بڑھا کر اُسے واپس دے۔

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○ أَلَمْ تَرَ

اللہ ہی تنگی پیدا کرتا ہے اور وہی فراخی بخشتا ہے اور تم سب اسی کی طرف واپس ہوگے۔ کیا تجھے

إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسٰى ۘ إِذْ

بنی اسرائیل کے سرداروں کا یہ ماجرا معلوم نہیں کہ جب انہوں نے موسےٰ کے بعد اپنے ایک

قَالُوا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ

نبی سے کہا کہ ہمارے لئے کسی کو بادشاہ مقرر کیا جائے (جنگی زیر کمان) ہم اللہ کے راستہ میں

(۳) جنگ میں کامیابی کے لئے سرمایہ ضروری ہے۔ اسلئے مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ اس موقع پر وہ اپنے مالوں کا قیمتی حصہ دین کے لئے دیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی اس مخلصانہ قربانی کا بہت بڑھ چڑھ کر بدلہ دے گا۔ واقعات نے بتا دیا کہ اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں کس صفائی اور وضاحت سے پورا ہوا۔ آئندہ بھی اللہ تعالےٰ قربانی کرنے والوں کے ساتھ ایسا ہی کرے گا۔

(۴) بائیبل سے ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی بداعمالیوں کے باعث خدا تعالےٰ ان سے ناراض ہوا اور ایک دفعہ وہ مدیانیوں کے قبضہ میں کر دیئے گئے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"سو اسرائیل مدیانیوں کے سبب نہایت مسکین ہوئے اور بنی اسرائیل خداوند کے آگے چلائے اور ایسا ہوا کہ جب بنی اسرائیل نے مدیانیوں کے سبب خداوند کے آگے فریاد کی تو خداوند نے بنی اسرائیل کے پاس ایک نبی بھیجا۔" (قاضیوں ۶ باب)

اسی موقعہ کا ذکر الم تر الی الملأ من بنی اسرائیل میں کیا گیا ہے۔

(۵) نحن احق بالملك ولم يؤت سعة من المال۔ اس واقعہ میں بہت سے سبق ہیں۔ دنیوی نگاہوں میں زیادہ مالدار انسان ہی صحیح رہنمائی کر سکتا ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ صحیح ہدایت اور رہنمائی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور اس کا انتخاب ہی حقیقی لیڈر بناتا ہے۔ علم اور جسمانی صحت اور عزم و ہمت اس کے لئے بنیادی ضروریں ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص

اللّٰہِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا

جہاد کرسکیں۔ اس نبی نے جواب میں کہا کہ کیا ایسا تو نہ ہوگا کہ اگر تم پر جنگ کرنا فرض ہوگیا تو تم جنگ کرنے سے

تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ

جواب دیدو ؟ وہ بولے کہ ہم یہ کس طرح کرسکتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں جنگ نہ کریں حالانکہ

قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ

ہمیں اپنے گھروں اور اپنی اولاد سے جُدا کرکے جلاوطن کردیا گیا ہے۔ مگر جب ان پر جنگ فرض قرار

الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝

پاگیا تو باستثناء ایک قلیل جماعت کے وہ سب پھر گئے۔ اللہ تعالےٰ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ

ان کے نبی نے (ان کے تقرر بادشاہ کے مطالبہ پر) ان سے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ مقرر

مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰی یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ

فرمایاہے۔ جس پر انہوں نے کہا کہ وہ کیسے ہمارا بادشاہ ہوسکتاہے اسے تو مالی وسعت بھی حاصل نہیں اسکی نسبت تو ہم خو

کو ایک کام کے لئے مقرر فرماتا ہے تو اس کے لئے سامان بھی خود مہیا فرماتا ہے۔ اسلئے خدا کے انتخاب پر راضی ہونا چاہیئے۔ اور یونہی غلط طور پر اقتدار کی تمنا نہ کرنی چاہیئے۔

(۶) أن یأتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم۔ عربی لغت کے رُو سے "تابوت" کے معنے **صندوق** کے بھی ہیں اور **دل** کے بھی (المفردات اور لسان العرب) مگر چونکہ سکینت ایک معنوی کیفیت ہے اور اس کا تعلق انسان کے دل سے ہوتا ہے۔ فرمایا اُلا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اسلئے محقق مفسرین نے اس آیت میں التابوت سے مراد **قوم کے دل** لئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ طالوت کی بادشاہت سے تمہیں طمانیت حاصل ہوگی اور قلوب میں ایک سکون پیدا ہوگا۔ اور یہ خدا کا خاص فضل ہوتا ہے۔ اس نعمت کا مل جانا خود ایک **دلیل** ہے کہ طالوت کا تقرر منجانب اللہ ہے۔

آل موسیٰ اور آل ہارون کے ترکہ کا بقیہ کیا ہے ؟ ظاہری حکمرانی اور روحانی اقتدار ہی آل موسیٰ اور آل ہارون کا سرمایۂ افتخار تھا۔ اس وقت جب یہ مکالمہ ہو رہا ہے۔ بنی اسرائیل اس نعمت سے

أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ

بادشاہ بننے کے زیادہ حقدار ہیں - ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ

اللہ تعالیٰ نے اسی کو منتخب فرمایا ہے اور اُسے علم اور جسمانی قوتوں کے لحاظ سے بھی وسعت عطا فرمائی

الْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ

ہے - اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے حکمرانی عطا فرماتا ہے - اللہ تعالیٰ بہت وسعتوں کا مالک اور

عَلِيمٌ ○ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَن يَأْتِيَكُمُ

خوب علم رکھنے والا ہے - پھر اس نبی نے مزید فرمایا کہ اس کی بادشاہت کا یہ نشان ہوگا کہ تمہیں وہ

التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ

تابوت میسر آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسلی اور سکینت نازل ہوگی اور آل موسیٰ اور آل ہارون کے

آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

روحانی ترکہ کا بقیہ ہوگا اسے فرشتے اٹھائیں گے - اس واقعہ میں

یکسر محروم ہو چکے تھے - انہیں خوشخبری دی گئی - کہ نہ صرف قلوب میں اطمینان ہوگا بلکہ طالوت کی ہدایات کی پیروی سے تم ظاہری حکومت اور روحانی اقتدار کے بھی دوبارہ وارث ہو جاؤ گے - تحملہ الملائکۃ میں بھی یہی اشارہ ہے - کہ یہ ظاہری صندوق نہیں ہے - ورنہ اس طرح فرشتوں کا ظاہر ہونا قرآنی بیانات کے صریح خلاف ہے - فرشتے آسمانی بشارات لاتے ہیں - فرشتے کلام الٰہی کے حامل ہوتے ہیں اور فرشتے دلوں میں تسلی اور تشفی پیدا کرتے ہیں - یہی کام تھے جو فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مختلف جنگوں کے اوقات میں بالخصوص بدر اور احد میں سرانجام دیتے رہے ہیں - اور اسی کے واقع ہونے کی طرف طالوت کے زمانہ میں اشارہ کیا گیا ہے - کہ مومنوں کے لئے یہ نشان ہر زمانہ میں ظاہر ہوتا رہا ہے -

(۷) نَهَرٌ کے معنے پانی کی ندی کے بھی ہیں اور کشائش و فراخی کے بھی - (المفردات) پیاسے کے لئے بڑا امتحان ندی سے پانی نہ پینے کے حکم میں ہے - اور عام آدمی کے لئے وسعت مالی کے وقت تعیش سے پرہیز کا حکم بڑا امتحان ہے -

لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ

تمہارے لئے بڑا نشان ہے اگر تم واقعی مومن ہو۔ جب طالوت اپنے لشکروں سمیت

بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ

روانہ ہوا تو اس نے ان سے کہا کہ جلد ہی اللہ تعالیٰ ایک نہر کے ذریعہ تمہیں آزمانے والا ہے جو اس نہر سے سیر ہو کر

مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ

پیئے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ البتہ اپنے ہاتھ سے ایک چلو تک پینے والے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں

اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ

ہاں جو بالکل نہ چکھیں گے وہ یقیناً میرے تابعدار ہیں۔ پھر واقعہ یوں ہوا کہ تھوڑی جماعت کے سوا سب لشکریوں نے اس نہر سے

فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا

پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ کے مومن اس نہر کے پار پہنچے تو کہنے لگے کہ آج تو ہم (اپنے دشمنوں) جالوت

الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ

اور اس کے لشکروں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں پاتے۔ اس پر وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر کامل یقین رکھتے تھے

اس واقعہ میں یہ **سبق** ہے۔ کہ جو لوگ ابتدائی اور معمولی امتحانوں میں پورے نہیں اترتے اور اطاعت سے انحراف کرتے ہیں۔ وہ انتہائی اور بڑے امتحانوں میں ضرور فیل ہوجاتے ہیں۔ اور فرمانبرداری سے روگردانی کرجاتے ہیں۔

(۸) کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة۔ مومنوں کو اپنے رب کی نصرت پر کامل یقین ہوتا ہے اسلئے وہ ناسازگار حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے کڑے سے کڑے امتحان کے وقت بھی پورے اترتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے بھی ہمیشہ اپنے ایسے بندوں کی مدد و نصرت فرمائی ہے اور انہیں بلحاظ جماعت کبھی ناکام و نامراد نہیں رکھا

عربی زبان میں ظنّ کا لفظ موقع کے لحاظ سے **یقین** کے معنوں پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

(۹) ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض۔ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں زمین کو پُر امن بنانے کے لئے خود انتظام فرماتا ہے۔ بے شک مذہبی اختلافات کے فیصلہ کے لئے اس نے قیامت کا دن مقرر فرمایا ہے۔ مگر دنیا میں جب کوئی شخص یا کوئی قوم ظلم و تعدی میں حد سے

مُلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً

پکار اٹھے　　کہ کتنی ہی چھوٹی جماعتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑے گروہوں پر غالب آتی رہی ہیں

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ

(گھبرانے کی کوئی بات نہیں) اللہ تعالیٰ صبر اور استقلال کرنیوالوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جب ان کا آمنا سامنا جالوت اور اسکے

وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

لشکروں سے ہوا تو انہوں نے دعا کی کہ اے ہمارے خدا! ہم پر بے انداز صبر انڈیل دے اور ہمارے پاؤں کو مضبوط کر۔

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ

اور کافر لوگوں کے مقابل ہمیں نصرت عطا فرما۔　اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان مومنوں نے انہیں شکست دیدی

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَ

اور داؤدؑ نے جالوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ کو بادشاہت اور حکمت عطا فرمائی　اور

بڑھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ " ہر فرعونے را موسےٰ " کے مطابق اس ظلم کے ازالہ کی صورت پیدا فرماتا ہے اور اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے۔

(۱۰) آیت وانک لمن المرسلین میں بشارت ہے کہ جس طرح پہلے انبیاء اپنے دشمنوں پر غالب آئے اور انہیں اپنی دفاعی جنگوں میں انجامکار پوری کامیابی حاصل ہوئی اسی طرح اے پیغمبر تیرے ساتھ ہوگا اور تو اور تیرے ساتھی مومن آخر کامیاب ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۱۱) آیت "منھم من کلم اللہ" کا یہ مطلب ہے کہ بعض نبیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تشریعی کلام کیا۔ کیونکہ انبیاء دو قسم کے ہیں۔ (۱) تشریعی (۲) غیر تشریعی۔ کَلَّمَ باب تفعیل سے ہے۔ اس میں خصوصیت اور کثرت ضروری ہے۔ ورنہ محض مکالمہ تو انبیاء کے علاوہ اولیاء اللہ سے بھی ہوتا ہے۔ پس مَن کلم اللہ سے مراد تشریعی کلام ہے۔

(۱۲) رفع بعضھم درجات سے مراد وہ نبی ہیں جنہیں دنیا میں حکومت اور اقتدار نصیب ہوا۔ ورنہ عام رفع درجات تو ہر نبی کو حاصل ہے۔

(۱۳) حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ میں شدید اختلاف ہے۔ یہودی ان کے معجزات کے سرے سے منکر ہیں اور عیسائی ان کے معجزات کو ذاتی اقتدار کا نتیجہ قرار دے کر انہیں خدا ٹھہرا رہے ہیں۔ قرآن مجید نے اٰتینا عیسی ابن مریم البینات کہہ کر دونوں قوموں

عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ

اسے اپنی مشیت کے مطابق علم سکھایا - اگر خدا تعالیٰ بعض لوگوں کے ذریعہ دوسروں کے شر کا دفعیہ نہ کیا کرتا

بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ

تو زمین فساد کی آماجگاہ بن جاتی - لیکن اللہ تعالیٰ اہل دنیا پر فضل

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ

کرنے والا ہے - یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو اٹل قانون کے طور پر ہم تجھ پر پڑھتے ہیں

بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

اور تو یقیناً (مظفر و منصور ہونے والے) فرستادگان الٰہی میں سے ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ

ان رسولوں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے ان میں سے بعض سے

مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ

اللہ تعالیٰ نے (شریعت والا) کلام فرمایا اور بعض کو غیر معمولی بلند شان اور درجات عطا فرمائے - اور

کی تردید کر دی - فرمایا کہ یہودی جھوٹ کہتے ہیں حقیقت یہ ہے - کہ ہم نے مسیح کو معجزات ونشانات دیئے تھے - عیسائی بھی غلط کہتے ہیں - کیونکہ مسیح کے معجزات ہماری طاقت کا اظہار تھا مسیح کے معجزات ذاتی اقتدار کا نتیجہ نہ تھے - پس یہ جملہ یہود و نصاریٰ کے زعم کو باطل ٹھہراتا ہے۔

(۱۴) یہودی کہتے ہیں کہ مسیح بعلزبول یعنی شیطان کی مدد سے طلسمات دکھاتا تھا وہ ناپاک وجود تھا عیسائی کہتے ہیں کہ وہ ذاتی پاکیزگی کا مالک تھا اور باقی سب گنہگار تھے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وایدناہ بروح القدس - کہ وہ روح القدس سے تائید یافتہ تھا - ہم نے اُسے یہ مقام بخشا تھا جیسا کہ دوسرے انبیاء اور صلحاء کو عطا فرمایا ہے - یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کا نقطۂ نگاہ غلط ہے۔

(۱۵) اللہ تعالیٰ کی مشیّت کونی (قانونِ قدرت) جبراً نافذ ہوتا ہے - اس میں انسان کی مرضی اور اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا - پیدائش - جوانی - بڑھاپا اور موت وغیرہ قانونِ قدرت کے ماتحت آتے ہیں انسان چاہے یا نہ چاہے ایسا ہو کر رہے گا - مگر مشیّتِ شرعی (قانونِ شریعت) میں جبر نہیں ہوتا - انسان کو ایمان یا کفر اختیار کرنے کا اختیار ہے اور نیکی و بدی بجا لانا بھی اس کی اپنی مرضی پر موقوف ہے - اس جگہ فرمایا

اٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَ اَیَّدْنٰہُ

عیسیٰ بن مریم کو ہم نے نشانات دیئے اور روح القدس سے اس کی

بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا اقْتَتَلَ

تائید فرمائی ۔ اگر اللہ تعالےٰ جبری طور پر اپنی مشیت کو نافذ کرتا تو

الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ

بعد میں آنے والے لوگ باہم جدال کو جاری نہ رکھ سکتے جبکہ ان کے پاس بینات بھی

الْبَیِّنٰتُ وَلٰکِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْھُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ

آچکے تھے لیکن انہوں نے اختلاف کیا پس ان میں سے کچھ مومن بن گئے اور

مِنْھُمْ مَّنْ کَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰکِنَّ

کچھ کافر ہو گئے ۔ اگر اللہ تعالےٰ جبری مشیت کو اختیار فرماتا تو یہ قتال کو جاری نہ رکھ سکتے مگر

اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ ۝ ع ۳۴ ۵ ۱

اللہ تعالےٰ اپنے ارادہ کے مطابق ہی کام کرتا ہے (گویا دینی معاملات میں جبر کرنا خدا کا ارادہ ہی نہیں)

ہے ۔ کہ مذاہب کے بارے میں ہم انسانوں پر جبر کرنا نہیں چاہتے اسلئے انہیں آزادی دے رکھی ہے مگر عام انسان لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں ۔

تعجب ہے کہ اللہ تعالےٰ بار بار فرماتا ہے کہ کفر و ایمان کے بارے میں ہم نے کسی پر جبر نہیں کیا ۔ مگر لوگ ہمیشہ یہ سوال کرتے رہتے ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ کو پہلے سے معلوم ہے کہ فلاں نیک ہوگا اور فلاں کا خاتمہ بدی پر ہوگا ۔ اور علم الٰہی غلط نہیں ہو سکتا اسلئے انسان تو مجبور ٹھہرا ۔ حالانکہ نہایت واضح بات ہے کہ انسان اپنے ارادہ اور اپنی مرضی سے نیکی یا بدی کرتا ہے اسلئے وہ اپنے نیک اعمال پر ثواب کا مستحق ہے اور بُرے اعمال پر اس سے مواخذہ ضروری ہے ۔ اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے اسلئے اس کو یہ علم ہے کہ فلاں شخص اپنی مرضی سے نیک بنے گا ۔ اور فلاں شخص اپنے ارادہ سے بدی کو اختیار کرے گا ۔ اس علم الٰہی سے انسان کو مجبور نہیں کیا جاتا ۔

"رسالہ الفرقان" کے متعلق میرے تاثرات

از جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب فاضل منگلا ۔ مربی سلسلہ احمدیہ

میں نے ۱۹۵۲ء میں بیعت کی لیکن ۱۹۵۰ء سے "الفرقان" کا خریدار ہوں۔ میرا ایک مکتوب رسالہ الفرقان شمارہ سالانہ نمبر ۱۹۵۱ء میں زیر عنوان "متفرقات" شائع ہوا تھا۔ اس وقت میں غیر احمدی تھا۔ میں اس مکتوب کو من وعن نقل کرنے کے بعد احباب جماعت سے ایک گزارش کرتا ہوں۔ امید ہے قارئین الفرقان توجہ سے غور فرمائیں گے۔ ایڈیٹر صاحب الفرقان لکھتے ہیں :-

میرا ایک پرانا خط ضلع سرگودھا سے ایک علم دوست غیر احمدی مولوی صاحب کی طرف سے ذیل کا مکتوب موصول ہوا ہے :-

مکرم و معظم شیخ ابو العطاء صاحب ادام کم اللہ فی مرامکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ نے الفرقان کا پہلا پرچہ منگوایا۔ دیکھا۔ پڑھا۔ خدا کی قسم دل کو اتنا پیارا لگا۔ جو بیان سے خارج ہے۔ اب ہر وقت یہی تمنا ہے۔ کہ دوسرا پرچہ کب شائع ہوگا۔ مجھے دو چیزوں کا عشق ہے۔ عربی زبان اور دینی لٹریچر۔ میں نے پچھلے سال حرمین شریفین کا سفر بھی کیا ہے۔ میں نے البشیر کو دیکھا۔ العرب منگواتا ہوں ام القریٰ از مکہ مکرمہ پڑھا۔ مصری مجلات دیکھے۔ رشید رضا کے رسائل کا مطالعہ کیا۔ جرجی زیدان کے ادبی مضامین سے بھی آگاہی ہوئی۔ حفیظ جالندھری کی نظمیں بھی پڑھیں۔ قندیل اور طلوع اسلام۔ انجمن حمایت اسلام کے دینی رسائل بھی دیکھے۔ مگر سچ کہتا ہوں کہ الفرقان جیسا کوئی رسالہ صوری و معنوی فضائل سے پُر نہ پایا۔ ایک دن میں میں نے پانچ دفعہ اس کا بار بار مطالعہ کیا۔ ہر دفعہ ایک نئی لذت پیدا ہوئی۔ اگر یہ رسالہ اور اس کے مضامین لکھنے والے احمدیہ جماعت کے علاوہ اور کوئی صاحبان ہوتے تو یہ تمام بلاد اسلامیہ میں اس کی شہرت کی کوئی حد نہ رہتی مگر صرف یہی بات کہ اس کا انتساب جماعت احمدیہ کی طرف ہے کو دیگر اس کی طرف توجہ نہ کریں گے۔

حسدوا الفتی اذ لم ینالوا سعیہ

فالقوم اعداء لہ وخصوم

کضرائر الحسناء قلن لوجہہا

حسدًا وبغیًا انہ لدمیم

میرا خیال ہے کہ آپ لوگ خود بھی اس کی وہ قدر نہ سمجھتے ہونگے۔ جو اس کی حقیقی قدر ہے۔ کیونکہ آپ کہتے ہونگے یہ تو ہمارے ہی لکھے ہوئے مضامین ہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود (مولانا روم)

اب میری دعا اور آپ سے بھی یہی التجا ہے کہ اس کی حفاظت کامل طور پر فرمائیں۔ کہیں راستہ میں اس کو چھوڑ نہ دیویں۔ زیادہ لکھنا نامناسب ہے۔ صرف ایک شعر دیوان شریف رضی سے لکھتا ہوں :-

وَلَیْسَ لِمَنْ لَمْ یَمْنَعِ اللّٰہُ مَانِعٌ

وَلَا لِقَضَاءِ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ غَالِبٌ

میرا یہ شعر رسالہ الفرقان کے بارے میں تھا۔ لیکن جب میں نے الفرقان کا حشر دیکھا تو اس شعر کو اس مضمون پر بھی بے حد چسپاں پایا۔ جہاں آپ لکھتے ہیں:-

"اصل بات یہ ہے۔ کہ قرآن کریم کی خوبی یہ

نظر کرنے سے بسا اوقات غیر مسلموں کے دل
میں خیال آتا ہے کہ کاش یہ تعلیم ہماری ہوتی"
فلا تذر فرقان تود لحسنها
قلوب الاعادی ان تکون ترابا

آمدم برسر مطلب

آج الفضل میں حضرت قمر الانبیاء میاں بشیر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کا ایک نوٹ رسالہ الفرقان کے متعلق پڑھا۔ پڑھ کر دل میں درد ہوا۔ کہ رسالہ کے ایڈیٹر صاحب زیر بار ہیں۔ اور یہ بھی امکان ہے کہ رسالہ بند ہو جائے۔ میں اگرچہ سات آٹھ سال سے رسالہ کا مستقل خریدار ہوں۔ لیکن حضرت میاں صاحب سلمہ اللہ کا نوٹ پڑھ کر میں نے سوچا کیا مجھے مالی حالات یہ اجازت دیتے ہیں۔ کہ رسالہ کی مزید اعانت کر سکوں۔ تو میرے دل نے یہی کہا کہ "نہیں"۔ کیونکہ اپنے ذاتی اخراجات سلسلہ کی مختلف مدات کے چندے وغیرہ اتنے ہیں۔ کہ کچھ بچا کر الفرقان کی مدد نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے نفس کو کہا جب میرا یہ حال ہے۔ تو ہر احمدی کا یہی حال ہو گا۔ کیونکہ ہماری جماعت کا اکثر طبقہ غرباء اور متوسطین میں سے ہے۔ پھر میں نے سوچا۔ کہ رسالہ الفرقان جیسا قیمتی رسالہ کیسے چلے گا جس کے متعلق حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔ کہ اس کی اشاعت ایک لاکھ تک ہونی چاہیئے اور جس کے متعلق حضرت میاں صاحب جیسے بزرگوں کو الفضل میں نوٹ دینے پڑے اور اس کے قیمتی ذہن کو باوجود دیگر ذہنی مصروفیات کے جو بے شمار ہیں۔ ادھر بھی توجہ کرنی پڑی۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور میں رونے لگا۔ اے ہمارے خدا تو نے حضرت مسیح موعودؑ کو دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا۔ اور ان کے ذریعے یہ بار امانت ایک قلیل التعداد قلیل الوسائل جماعت کے کندھوں پر رکھا جس کے اکثر افراد دلی خواہش تو رکھتے ہیں۔ کہ ہر قسم کے جہاد میں حصہ لیں۔ لیکن ان کے حالات انہیں اجازت نہیں دیتے کہ ایسا کر سکیں اور مجھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی وہ حالت یاد آئی جس کا قرآن مجید میں یوں ذکر ہے۔

ولا علی الذین اذا ما أتوك لتحملهم
قلت لا اجد ما احملکم علیه
تولوا واعینهم تفیض من الدمع
الا یجدوا ما ینفقون (التوبہ ۹۲)

اس نا امیدی کی حالت میں تھا۔ تو خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا "دعا سے امداد تو کر سکتے ہو" اگر کسی کو مالی طاقت نہ ہو تو خدا تعالیٰ سے دعا تو کرے۔ کہ اے خدا ہماری جتنی طاقت ہے ہم تیرے دین کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ جہاں ہم کچھ نہیں کر سکتے وہاں تو کارساز ہو۔ اور ایسے اسباب پیدا فرما کہ تیرا سلسلہ اور تیرا دین ترقی کرے۔

آخری درخواست

اس کے بعد میں احباب جماعت سے اپیل کرتا ہوں کہ جتنی قربانی کر سکیں الفرقان کی حتی المقدور اعانت کی جائے تا کہ ہمارا رسالہ جاری رہے۔ اور رسالہ کے چلانے والے بزرگ فارغ الذہن ہو کر رسالہ کے علمی تحقیقی۔ روحانی متعلقہ مضامین کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دے سکیں۔ یہ جائے کہ ان کا مفید ذہن رسالہ کے اقتصادی امور سے ہی پریشان رہے۔ اور خدا کرے وہ نور اور وہ معرفت اور وہ دلائل حقہ برصداقت اسلام جو خدا تعالیٰ نے اپنے مامور کی وساطت سے ہمیں عطا کئے ہیں اس رسالہ کے ذریعہ سے بھی دنیا کو نصیب ہوں۔ بردست خاکسار دس روپے اپنی طرف سے اور دس روپے اپنے رشتہ داروں سے وصول کر کے مکرم ایڈیٹر صاحب کے نام ارسال کرتا ہے۔ وہ جہاں مناسب سمجھیں۔ چار غیر احمدی اصحاب کے نام ایک سال کے لئے الفرقان لگوا دیں۔ یا اگر مناسب جانیں۔ تو رسالہ اگر مقروض ہے تو قرضہ کی ادائیگی میں استعمال فرمالیں ان کو اجازت ہے۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم

مولانا غلام مرشد صاحب کا خطبۂ عید قربان

(۲)

[الفرقان کے گذشتہ شمارہ میں مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی کے مضمون کی پہلی قسط شائع ہوئی تھی اب باقی مضمون درج ذیل ہے۔ (ایڈیٹر)]

(۷) حضرت عائشہ رضا سے بیئے کردہ زبان رسالت مآب سے ہم اہراق دم (خون بہانے) پر کیا روایت کرتی ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عمل ابن آدم من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اھراق الدم وانہ لیاتی یوم القیامۃ بقرونھا واشعارھا واظلافھا وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوا بھا نفسا (ترمذی ابن ماجہ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قربانی کے دن انسان کا کوئی عمل قربانی کے جانور کے خون بہانے سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب نہیں بالیقین جان لو کہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا۔ اور یہ بھی یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں قبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پس اے قربانی دینے والو! اس عمل کی عظمت و قبولیت پر خوش ہو جاؤ۔

(۸) حضرت فاطمۃ الزہرا رضا کو بھی آپ نے قربانی کے خون کی عظمت اور ثواب بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

یا فاطمہ قومی الی اضحیتک فاشھدیھا فان لک بکل قطرۃ من دمھا ان یغفر لک من ذنوبک قالت یا رسول اللہ الناخاصۃ اھل البیت اولنا وللمسلمین قال بل لنا وللمسلمین (بیہقی، طبرانی)

اے فاطمہ اپنی قربانی کے لئے کھڑی ہو جا اور اس کے پاس موجود رہ ہر قطرہ خون کے بدلہ میں تیرے گناہ بخشے جائیں گے۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا کیا یہ ثواب صرف اہل بیت کے لئے ہی ہے یا سب مسلمانوں کے لئے؟ آپ نے فرمایا صرف اہل بیت کے لئے نہیں بلکہ اہل بیت اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔

(۹) حضرت علی رضا کی ایک روایت کے مطابق نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں وصیت کر رکھی تھی۔ کہ میرے بعد میرے لئے قربانی دیتے رہنا۔ حنش کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی کو دیکھا وہ ہمیشہ دو دنبوں کی قربانی دیا کرتے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے؟ حضرت علی رضا نے جواب دیا:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ و

فی روایۃ فلا ادعہ ابدا (ابوداؤد ترمذی)
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت
فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے قربانی دیا کروں
اس لئے یہ دوسری قربانی حضور نبی علیہ الصلوۃ والسلام
کی طرف سے دیتا ہوں اور ایک روایت کے
مطابق فرمایا۔ میں اسے کبھی ترک نہیں کرونگا

(۱۰) عقبہ بن عامر کی ایک روایت کے مطابق نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور صحابہ میں تقسیم کئے۔ امام بخاریؒ نے اس روایت سے یہ مسئلہ استنباط کیا۔

قسمۃ الامام الاضاحی بین الناس
کہ امام غرباء میں قربانی کے جانور تقسیم کرے
تاکہ وہ بھی اس دن قربانی ذبح کرکے سنت
ابراہیمی کے ادا کرنے کے قابل ہو سکیں۔

ذرا غور فرمایئے کہ عہد نبوی میں صورت حال یہ تھی کہ آپ غرباء میں قربانی کے جانور تقسیم کرتے تھے۔ کہ وہ بھی قربانی دے سکیں ——— افسوس ——— آج مولانا صاحب یہ کوشش فرما رہے ہیں کہ خوش حال بھی قربانی نہ دیں بلکہ اس کے بدلے قومی فنڈ میں چندہ دے دیں۔ تبارح سنت کا صحیح تقاضا تو یہ تھا۔ کہ وہ حکومت سے مطالبہ کرتے کہ وہ رقم مخصوص کرے اور اس سے قربانی کے جانور غرباء میں تقسیم کرے تاکہ آج بھی سنت محمدیہ کے مطابق غرباء قربانی دے سکیں۔

بہرحال ان تمام روایات کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کے نزدیک قربانی کے جانوروں کا ذبح کرنا ہی مطلوب اور سنت ابراہیمی کے ادا کرنے کی صحیح صورت ہے اور کوئی دوسری چیز اس کا بدل نہیں ہو سکتی۔ اور اسی حقیقت کی طرف فقہائے کرام نے راہنمائی کی ہے۔

فقہاء کرام کی تصریحات

اب آپکے سامنے فقہاء کرام کی تصریحات پیش کرتا ہوں

درمختار اور اس کا حاشیہ ردالمحتار فقہ حنفیہ کی مشہور اور مستند کتابیں ہیں۔ صاحب درمختار کتاب الاضحیہ کے ذیل میں اضحیہ (قربانی) کی تعریف، قربانی کے شرائط، قربانی کا وقت بیان کرنے کے بعد قربانی کا رکن بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

درمختار | ورکنہا ذبح ما یجوز ذبحہ من النعم لا غیر۔۔۔۔۔۔

فتجب التضحیۃ ای اراقۃ الدم
من النعم

یعنی قربانی کا رکن ان جانوروں کا ذبح کرنا جن کی قربانی دی جا سکتی ہے پس واجب اراقۃ الدم یعنی خون بہانا ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

لان رکن الشیٔ ما یقوم بہ ذالک
الشیٔ والاضحیۃ انما تقوم بہذا
الفعل فکان رکنا۔ (ردالمحتار صفحہ ۲۲۲ ج ۵)

اس لئے کہ کسی چیز کا رکن وہی ہو سکتا ہے جس کا قیام اس کے ساتھ ہو۔ قربانی چونکہ ذبح ہی کے ساتھ وجود میں آتی ہے۔ اس لئے ذبح جانور قربانی کا رکن ہوا۔

اس کے بعد علامہ شامی اراقۃ الدم کے وجوب پر لکھتے ہیں۔

والدلیل علی انہا الاراقۃ لو تصدق
بعین الحیوان لم یجز (ردالمحتار صفحہ ۲۲۲)

یعنی اراقۃ الدم کے وجوب پر دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زندہ جانور قربانی کا بطور صدقہ دے دے تو یہ قربانی متصور نہ ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری | فقہ حنفیہ کے مشہور فتاویٰ عالمگیریہ میں یوں وضاحت کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں۔

ومنہا انہ لا یقوم غیرہا مقامہا فی
الوقت حتی لو تصدق بعین الشاۃ
او قیمتہا فی الوقت لا یجزیہ عن الاضحیۃ (صفحہ ۲۲۶)

قربانی کے احکام میں سے ایک یہ ہے۔ کہ کوئی دوسری چیز ایام نحر میں اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ بنا بریں اگر کوئی شخص زندہ بکری کسی کو صدقہ کر دے۔ یا اس کی قیمت کسی کو صدقہ کر دے تو قربانی اس کے ذمہ بحال رہے گی۔

بدائع الصنائع بدائع الصنائع فقہ حنفی کی بلند پایہ کتاب ہے۔ یہ کتاب ترتیب مضامین اور حسن بیان کے لحاظ سے بے مثل ہے۔ اس کے مصنف " امام علاؤ الدین الکاشانی " ملک العلماء " کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔ انہوں نے کیفیت وجوب اضحیہ کے ذیل میں متعدد احکام لکھے ہیں۔ زیر بحث مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں

ومنہا ان لا یقوم غیرہا مقامہا حتی
لو تصدق بعین الشاۃ او قیمتہا فی
الوقت لا یجزیہ عن الاضحیۃ لان
الوجوب تعلق بالاراقۃ والاصل ان
الوجوب اذا تعلق بفعل معین انہ
لا یقوم غیرہ مقامہ (ج ۵ ص ۶۶)

یعنی وجوب قربانی کی کیفیات میں سے ایک یہ کہ قربانی یعنی ذبح جانور کا کوئی بدل یا اس کا قائم مقام کوئی نہیں ہو سکتا۔ حتی کہ اگر کوئی شخص بجائے ذبح کرنے کے زندہ بکری کسی کو صدقہ کر دے یا اس کی قیمت صدقہ کر دے۔ تو اس سے قربانی ادا نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ قربانی کے وجوب کا تعلق خون بہانے کے ساتھ ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ وجوب کا تعلق اگر ایک معین فعل کے ساتھ ہو۔ تو کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد اس سوال کو پیش نظر رکھ کر کہ صدقہ فطر میں جنس کی بجائے قیمت دینا جائز ہے۔ تو قربانی میں بھی یہ صورت جائز ہونی چاہئے ۔۔۔۔ کہ بجائے قربانی کے اس کی قیمت کا صدقہ کر دیا جائے۔ فرماتے ہیں :۔

وھٰھنا الواجب فی الوقت اراقۃ
الدم شرعا غیر معقول المعنی فیقتصر
الوجوب علی مورد الشرع وبخلاف
صدقۃ الفطر انہا تتادی بالقیمۃ
عندنا لان الواجب ھناک معلول
بمعنی الاغناء قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم اغنوھم عن المسئلۃ فی مثل
ھذا الیوم والاغناء یحصل باداء
القیمۃ (ص ۶۷ ج ۵)

یعنی ایام نحر میں جو چیز واجب ہے، وہ ہے خون بہانا یعنی ذبح جانور۔ شریعت نے اس کی وجہ نہیں بتائی۔ اس لئے وجوب کا حکم مورد شرع کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ بخلاف صدقہ فطر کے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علت بیان کر دی کہ سائلوں کو عید الفطر کے دن سوال سے بے نیاز کر دو ۔۔۔۔ یہ سوال سے بے نیازی صدقہ فطر بر جنس کے ادا کر دینے سے بھی ہو سکتی ہے۔ اور اس کی قیمت ادا کر دینے سے بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارے نزدیک صدقہ فطر میں تو قیمت دی جا سکتی ہے۔ لیکن قربانی میں قیمت نہیں دی جا سکتی۔

فقہائے کرام کے فتویٰ کو واضح کرنے کیلئے یہ چند عبارات کافی ہیں ۔۔۔۔ اس میں یہ حقیقت صاف طور پر سامنے آگئی ہے۔ کہ

" قربانی کے ایام میں جانور ذبح کرنے سے ہی قربانی ادا ہو سکتی ہے۔ قیمت تو درکنار خود زندہ جانور کے صدقہ کر دینے سے بھی قربانی کے وجوب سے کوئی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا "

بہائی صاحبان کے اعتراضات کے جوابات

ایک کشمیری رسالہ پر نظر

(۲)

حضرت مرزا صاحب اور بہاءاللہ کے دعوے میں فرق

ہم گزشتہ اشاعت میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے حوالہ جات سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ جس نوعیت کا انکا دعویٰ ہے یعنی یہ کہ وہ اسلام کی اشاعت اور اسلامی شریعت کے قیام کے لئے بطور مسیح کے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس نوعیت کا دعویٰ آپ سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ بہائیوں کے پیشوا کا تو یہ دعویٰ تھا۔ کہ دور بہائیت کے آجانے سے اسلامی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور اب نجات کا ذریعہ اسلام نہیں رہا بلکہ بہاءاللہ پر ایمان لانا قرار پا گیا ہے۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ مسیح الاسلام ہونے کا ہے۔ اور بہاءاللہ اسلام کو منسوخ کرنے کا دعویدار ہے۔ ع

شتان بین مشرق و مغرب

ان دونوں دعووں کی کیفیت پر ادنےٰ تدبر سے کھل جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کو جناب بہاءاللہ کے دعویٰ کی نقل یا ریس قرار دینا انتہائی ستم ظریفی ہے۔ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ بہاءاللہ کے ذریعہ جس زہر* کا پیالہ دنیا کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اس کے تریاق کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے کھڑا کیا اور آپ نے اس کے بالکل مخالف اسلام کے دین خالد اور اسلامی شریعت کے زندہ شریعت ہونے پر براہین قاطعہ پیش فرمایا۔

ہم اجمالاً بتا چکے ہیں۔ کہ احادیث نبویہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس رؤیا کا ذکر ہے جس میں آپ نے مسیح الدجال کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا اور پھر المسیح الموعود کو بھی اسی طواف میں مشغول پایا اور آپ کے استفسار پر آپ کو بتایا گیا۔ کہ وہ مسیح دجال ہے۔ اور یہ مسیح موعود ہے۔ اس رؤیا میں جیسا کہ شارحین حدیث نے لکھا ہے بیت اللہ سے مراد دین اسلام ہے۔ اور دجال کے اس کے گرد طواف کرنے سے یہ مراد ہے۔ کہ وہ اسلام میں نقائص ظاہر کرنے کی کوشش کرے گا گویا اسے منسوخ اور ناقابل عمل قرار دے گا۔ اس کے بالمقابل مسیح موعودؑ کے طواف بیت اللہ کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ اسلام کی خوبیوں کے ظاہر کرنے اور انہیں دنیا پر نمایاں کرنے میں پوری پوری سعی کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے دجالی کوششوں کو باطل ثابت کرے گا۔

اس رؤیا نبوی سے بھی ظاہر ہے۔ کہ سچے مسیح موعود کے لئے یہی مقدر ہے۔ کہ وہ ایک جعلی اور غلط کار مدعی کے بعد میں ظاہر ہو۔ اور اس کی پیدا کردہ تاریکی کو اپنے نور سے پاش پاش کر دے۔ پھر یہ عجیب بات ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سچے مسیح موعودؑ سے پہلے کسی اور کو یہ توفیق نہ بخشے گا۔ کہ وہ اس نوعیت کا دعوٰے کر سکے جیسا کہ سچے مسیح موعود کے لئے مقدر ہے۔ تا کہنے والے یہ نہ کہہ سکیں۔ کہ اس مسیح موعود نے پہلے کسی مدعی کی نقل کی ہے۔

یہ وہ مضمون ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

اپنی مختلف کتب اور رسالہ جات میں ذکر فرمایا ہے۔ اور جس سے بطور مغالطہ بہائی صاحبان یہ استدلال کرتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب سے پہلے بہاءاللہ نے دعوی کر دیا تھا۔ اور پہلا دعوے کرنے والا ہی سچا ہوتا ہے۔ بعد میں دعوی کرنے والا تو محض نقل کرتا ہے۔ اس لئے بہاءاللہ کو قبول کرنا چاہیئے۔ ہمارے اس بیان سے یہ وضاحت ثابت ہو گئی ہے کہ جو اولیت اس جگہ مذکور ہے۔ وہ بہاءاللہ کو حاصل نہیں اور اس جگہ دونوں مدعیوں کے دعوی میں بعد المشرقین ہے۔

بہائی تہذیب کا ایک نمونہ اور سراسر غلط استدلال

ابوظفر صاحب لکھتے ہیں:-

"۱۸۹۴ء میں میرزا صاحب نے ایک مشہور و معروف ایرانی حاجی محمد رضا طہرانی کو بذریعہ اشتہار واجب الاظہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۶ تبلیغی خط لکھا جس میں لکھا "وایں ہیئت کذائی کہ خسوف کسوف در رمضان جمع شود ویک مدعی مہدویت نیز دراں وقت موجود باشد ایں اتفاق پیش ازمن کسے را میسر نشدہ از آدم تا وقت من مضمون حدیث ہمیں قدر است کہ محمد اللہ کہ مصداق آں ہستم" (صفحہ ۱۰۴) اس کے جواب میں شیخ محمد رضا نے ذوالفقار حیدر کرار فی رد اشتہار واجب الاظہار میرزا صاحب کو مطلع کیا ہے۔ کہ "سید علی محمد باب شیرازی تیرا پڑا بچہ سے پہلے دعویدار مہدویت ہے اور کتاب مطبوعہ رکھتا ہے۔"

ابوظفر صاحب کا یہ اقتباس بھی بابیوں اور بہائیوں کے خلاف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی فارسی عبارت میں حدیث کسوف خسوف کو اپنی صداقت کے لئے ہی بطور دلیل پیش فرمایا ہے۔ اور تحریر فرمایا ہے کہ میرا اس کسوف خسوف کے وقت بطور مدعی مہدویت موجود ہونا میری صداقت پر ناطق ہے۔ مجھ سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ کوئی مدعی مہدویت موجود ہو اور اس کے سامنے اس طرح رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کو گرہن لگا ہو۔ یہ بات امتیازی طور پر مجھے ہی حاصل ہوئی ہے۔

اس واضح صداقت اور ناقابل تردید چیلنج کے جواب میں حاجی طہرانی شیعہ و بہائی کا سیّد علی محمد باب کو پیش کرنا ہو سراسر غلط ہے۔ کیونکہ اوّل تو علی محمد باب نے جس مہدویت کا دعوی کیا وہ اسلام کو منسوخ کرنے والی تھی۔ اور حدیث کسوف و خسوف میں جس مہدی کا ذکر ہے۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تائید و حمایت کے لئے مبعوث ہونے والا تھا۔ دوم علی محمد باب نے جس ناسخ اسلام مہدویت کا دعوی کیا اس کے جلد ہی بعد اسے قتل کر دیا گیا۔ باب کے قتل کا واقعہ ۱۲۶۶ ہجری کا ہے اور سورج و چاند کو رمضان ۱۳۱۱ ہجری میں گرہن لگا تھا۔ گویا باب کے قتل ہونے کے پینتالیس سال بعد اور اس وقت جبکہ بہاءاللہ وغیرہ نے باب کی بتائی ہوئی شریعت کو بھی منسوخ قرار دے دیا تھا ۱۳۱۱ ہجری میں مدعی مہدویت صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام موجود تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اس وقت یہ اتفاق صرف مجھے حاصل ہوا۔ پس حاجی طہرانی کا حضرت اقدس علیہ السلام کے مقابل پر باب کو پیش کرنا صداقت کا منہ چڑانا ہے۔ البتہ حاجی طہرانی کے الفاظ سے اس معیار تہذیب کا پتہ لگتا ہے جو مخالفین احمدیت بہائیوں کا شیوہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور تردید بہائیت

ابوظفر صاحب کہتے ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو یہ معلوم ہو چکا تھا۔ کہ باب اور بہاء نے ملک ایران میں مہدی اور مسیح ہونے کے دعوی کئے ہیں۔ مگر آپ نے ان کی تردید نہ کی۔ ہم ابوظفر صاحب کے بیان کے پہلے حصہ سے متفق ہیں۔ واقعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو علم تھا۔ کہ باب و بہاء نے ایسے دعوی کئے ہیں جن

سے وہ اسلام کو منسوخ اور اسلامی شریعت کی بجائے نئی شریعت لانے کے مدعی ہیں۔ لیکن ابوظفر صاحب کی یہ بات درست نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بابیت اور بہائیت کی تردید نہیں کی کیونکہ اوّل تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ ہی بابیت اور بہائیت کی کھلی کھلی تردید ہے۔ آپ نے اعلان فرمایا۔ کہ میں مسیح الاسلام ہو کر آیا ہوں اور میرا مشن یہ ہے۔ کہ اسلام کو کامل دین اور قرآن مجید کو زندہ اور عالمگیر شریعت ثابت کروں یہ دعویٰ ہی بہائیت اور بابیت کی تردید کا واضح ثبوت ہے۔ دوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غیر مبہم الفاظ میں تحریر فرمایا ہے کہ:

(۱) "اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکامِ فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کا تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۶۶۔۱۷۷)

(۲) "خدا تعالیٰ اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن کریم کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے۔ اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے۔ اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴)

کیا ان تصریحات کے باوجود کسی بہائی صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے بابیت و بہائیت کی نفی کی ہے۔ یا اس کی تردید نہیں کی ہے۔ خود فریبی اور مغالطہ دہی کی ایک بدترین مثال نہیں؟ مزید برآں اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ "باب اور بہاء کا ہی اثر" ہے۔ تو اس کے مغالطہ دینے میں کس شبہ کی گنجائش ہے؟

بہائی تحریک اور احمدیت کا موازنہ کرنے سے صاف کھل جاتا ہے۔ کہ یہ دونوں بالکل متضاد تحریکیں ہیں بہائیت کا نصب العین اسلامی عمارت کو منہدم کرنا ہے۔ اور احمدیت کا مقصد اسلامی شریعت کا قیام ہے۔ تفصیلی تعلیمات پر نظر کرنے سے یہ تضاد بالکل نمایاں طور پر واضح ہو جاتا ہے۔

کیا قرآنی شریعت منسوخ ہو گی؟

ابوظفر صاحب لکھتے ہیں:

"اب یہ سوال ہوتا ہے۔ کہ کیا قرآنی شریعت منسوخ ہو گی یا نہ۔"

جہاں تک تحریک احمدیت کا تعلق ہے۔ اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔ اور جہاں تک بہائیوں کا عقیدہ ہے وہ قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ ابوظفر صاحب جو اپنی بہائیت کو پوشیدہ رکھنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ احمدیوں کے نزدیک قرآنی شریعت منسوخ ہونے کے قابل ہے۔ یہ سراسر ظلم و تعدی ہے۔ اور بہتان و افتراء ہے۔ جو بہائیوں کی طرف سے جماعت احمدیہ پر کیا جاتا ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی واضح تحریرات اوپر درج ہو چکی ہیں۔ جن کی روشنی میں جماعت احمدیہ ان لوگوں کو دشمنِ خدا و رسول یقین کرتی ہے۔ جو قرآنی شریعت کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ ہمارے اعتقاد کے مطابق مسیح موعود قرآن کریم کی باذنہ تعالیٰ شرح و تفسیر کرنے والے ہیں۔ اسے منسوخ کرنے والے نہیں۔

(باقی آئندہ)

بقایا دار حضرات سے

آپ کی نوازش ہو گی کہ رسالہ کی سالانہ قیمت پیشگی ارسال فرما دیں آپ کے ذمہ جو بقایا سابقہ ہے۔ وہ بھی جلد ارسال فرما دیں رسالہ آپ کی اس امداد کا شکرگزار ہو گا۔ جزاکم اللہ — مینجر الفرقان ربوہ

خاص توجہ کے قابل

علماء اسلام کے نام مدیر ندائے حق کا پیغام

عیسائی پادریوں کی تبلیغی جدوجہد کا ایک خاکہ

جماعت احمدیہ کی تبلیغ اسلام کی کوششوں پر شاندار تبصرہ

پروفیسر یوسف سلیم صاحب چشتی مدیر رسالہ "ندائے حق" نے اپنے رسالہ کی اشاعت جولائی اگست ۱۹۵۹ء میں بعنوان "علمائے کرام کی خدمت میں" کے عنوان سے شائع کیا۔ جناب چشتی صاحب نے اس مضمون میں پاکستان اور بیرون پاکستان عیسائی مشنریوں کی کچھ مساعی کا ذکر کیا ہے۔ اور علماء کو اس طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ انہیں بھی تبلیغ اسلام کرنی چاہیئے۔

چشتی صاحب لکھتے ہیں:۔

(الف) جب سے پاکستان بنا ہے عیسائیوں نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں تیز تر کر دی ہیں۔ اس وقت ان کے سینکڑوں مبلغین پاکستان کے مسلمانوں کو اپنے مذہب سے روشناس کر رہے ہیں۔ کیا ہم بھی ان کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں؟

(ب) کیا آپ اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں کہ مسلمانوں کا انگریزی دان طبقہ (عیسائیوں کی) ان کتابوں کے جوابات پڑھنا چاہتا ہے؟ کیا اس زہر کا تریاق مہیا کرنا آپ کا فرض نہیں ہے؟ اگر ہے تو آپ انگریزی کیوں نہیں پڑھتے اور جواب تصنیف کیوں نہیں کرتے؟ آپ کی اس عدم توجہ کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کی اکثریت ان کتابوں کو پڑھ کر اسلام سے بدظن ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ درد تریاق موجود نہیں ہے۔ اس لئے زہر اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہتا ہے۔"

(ج) "یہ ایک نہایت تلخ اور نہایت المناک حقیقت ہے۔ کہ اس وقت دنیا کے کسی اسلامی ملک میں کوئی ایسا مدرسہ یا ادارہ قائم نہیں ہے، جہاں غیر مسلموں کو اسلام سے روشناس کرنے کے لئے مبلغین تیار کئے جاتے ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانان عالم کے دماغ سے تبلیغ اور اشاعت اسلام کا خیال بالکل نکل چکا ہے۔"

(د) اس وقت مغربی پاکستان میں عیسائیوں کے رومن کیتھولک فرقہ کے تین تبلیغی کالج قائم ہیں اور پروٹسٹنٹ فرقہ کا ایک تبلیغی کالج موجود ہے جائے عبرت ہے کہ مغربی پاکستان کے چار لاکھ عیسائیوں نے تو ایک چھوڑ چار چار تبلیغی کالج قائم کر دیئے ہیں۔ اور ہم آٹھ کروڑ مسلمان ایک تبلیغی درسگاہ بھی قائم نہ کر سکے۔"

(رسالہ ندائے حق لاہور جولائی اگست ۱۹۵۹ء)

جناب چشتی صاحب نے عیسائی پادریوں کی تبلیغی جدوجہد کے اس سرسری خاکہ کے ساتھ ساتھ مسلمان علماء کی بے عملی کا بھی نوحہ

کیا ہے۔ بلکہ ان کی علمی حالت کا نقشہ بھی ان الفاظ میں کھینچا ہے

"صرف و نحو، معانی و بیان، منطق و فلسفہ سب مقصود بالعرض ہیں۔ اور مقصود بالذات قرآن حکیم ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کتاب اللہ کے پڑھنے پڑھانے پر سب سے کم توجہ صرف کی جاتی ہے۔ درس نظامیہ ختم کرنے کے بعد ایک طالب علم صرف نحو اور علم کلام سے تو کسی حد تک واقف ہو جاتا ہے لیکن وہ قرآن حکیم سے اتنا بھی واقف نہیں ہوتا کہ اسے دنیا کے سامنے ایک مکمل دستور حیات کی حیثیت سے پیش کر سکے"۔ (صـ۱۳)

اس مقالہ میں جناب بہشتی صاحب نے جماعت احمدیہ کے متعلق لکھا ہے۔

اوّل۔ "انگلینڈ اور امریکہ میں آئے دن مذہبی مجلسیں منعقد ہوتی رہتی ہے۔ مگر ان جلسوں میں اسلام کی نمائندگی احمدی حضرات کرتے ہیں"۔

دوم۔ "تبلیغ و اشاعت سے آپ (علماء) کی بے اعتنائی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے۔ کہ آج بلادِ مغرب میں ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں تبلیغ کے میدان پر احمدی حضرات قابض ہیں یورپ اور امریکہ کے علاوہ ان کے مبلغین ان علاقوں اور جزیروں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہے ہیں جن کا نام بھی ہمارے عربی مدارس کے اکثر طلباء نے نہیں سنا ہوگا۔ مثلاً نجی، ماریشس، ٹرینیڈاڈ، سیرالیون اور نائیجیریا وغیرہ"۔

سوم۔ "احمدی حضرات نے ۱۹۱۷ء میں قرآن حکیم کا انگریزی ترجمہ شائع کیا اگر آپ (علماء) حضرات بھی اسی زمانہ میں کوئی مستند ترجمہ مع مقدمہ و حواشی مفیدہ شائع فرما دیتے تو مسلمان ان کا ترجمہ کیوں خریدتے اور ان کے ممنونِ احسان کیوں ہوتے"؟

چہارم۔ "ترجمہ کے علاوہ احمدیوں نے اسلام کے متعلق اور بہت سی کتابیں بھی انگریزی میں شائع کی ہیں جن میں سے ریلیجن آف اسلام ایسی کتاب ہے۔ جسے ہزاروں مسلمان خرید چکے ہیں اور چونکہ آپ (علماء) نے ابھی تک اسلام پر بھی ایسی جامع کتاب انگریزی میں نہیں لکھی ہے اس لئے مسلم اور غیر مسلم دونوں اسی کو خرید رہے ہیں اور بالواسطہ احمدیت سے متاثر ہو رہے ہیں"۔

پنجم۔ "اسی طرح آج اگر کوئی شخص (خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم) انگریزی میں حدیث نبوی کا ترجمہ کرنا چاہے تو وہ مجبوراً احمدیوں ہی کی شائع کردہ مینول آف حدیث خریدے گا۔ اور انہی کی اسلامی خدمت کا اعتراف کرے گا چنانچہ میں نے بہت سے مسلمانوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آج اسلام کی تبلیغ یہی احمدی کر رہے ہیں ہمارے علماء تو اس طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے"۔

ششم۔ "انگلستان میں آکسفورڈ، کیمبرج اور دوسری درسگاہوں میں جو مسلمان تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ وہ انہیں احمدی مبلغین کو اپنے جلسوں میں اسلام پر تقریریں کرنے کے لئے مدعو کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ مسلمان ان کو اسلام کا خادم اور نمائندہ یقین کرتے ہیں اور ساری عمر ان کی خدمات کے معترف رہتے ہیں۔ آپ (علماء) کی اس غفلت کا سب سے زیادہ تکلیف دہ نتیجہ یہ ہے۔ کہ احمدی حضرات مسلمانوں سے یہ کہتے رہتے ہیں۔ کہ چونکہ تمہارے علماء نے امام الزمان کا انکار کر دیا اس لئے خدا نے ان کو بلادِ مغرب میں تبلیغ اسلام کی توفیق عطا نہیں کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرا خیال یہ ہے کہ ان کے زعم کا جواب باصواب صرف اسی صورت میں دیا جا سکتا ہے کہ آپ (علماء) اولین فرصت میں بلادِ مغرب میں تبلیغ اسلام کے لئے ایک ادارہ قائم کر دیں"۔ (رسالہ ندائے حق جولائی اگست ۶۹ء)

ان اقتباسات میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ اور غرض یہ ہے۔ کہ کسی طرح علماء کو بلادِ مغرب میں تبلیغ اسلام کے لئے اکسایا جائے۔ اگر علماء صاحبان کو گھریلو تنازعات سے فرصت مل سکے تو درحقیقت یہ کام کرنے کا ہے۔ مگر اوّل تو سوال فرصت کا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ اگر یہ علماء صاحبان بلاد مغرب میں جائیں۔ تو وہاں جا کر کیا تبلیغ کریں گے۔ اسلام اپنے اندر بڑی حقانیت رکھتا ہے۔ اس کی فضیلت و برتری آفتاب نصف النہار کی طرح نمایاں ہے۔ لیکن کیا علماء صاحبان نے اپنے خود ساختہ بعض عقائد کی وجہ سے اسلام کی ایسی شکل نہیں بنا دی کہ وہ مغرب کے تعلیم یافتہ لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینے میں حجاب محسوس کرتے ہیں۔ جناب چشتی صاحب علماء کو آمادہ کرتے ہیں۔ کہ وہ امریکہ اور انگلستان میں جا کر عیسائیوں کو اسلام کی طرف بلائیں۔ مگر چشتی صاحب بھی ازراہ انصاف بتائیں۔ کہ علماء صاحبان ان کو کس طرح تبلیغ کریں گے۔

۱۔ کیا وہ ان کو جا کر یہ کہیں کہ ہمارے نبی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو کر مدینہ منورہ میں مدفون ہیں مگر حضرت مسیح علیہ السلام انیس سو سال سے کھانے پینے کے بغیر جوان کے جوان آسمانوں پر موجود ہیں۔ اور آخری زمانہ میں وہی ساری زمین کو ہدایت سے بھر دیں گے۔ اس لئے اے عیسائیو! تم مسلمان ہو جاؤ۔

۲۔ پھر کیا علماء صاحبان اہل یورپ و امریکہ سے یہ کہیں کہ قرآن مجید میں متعدد بلکہ صدہا آیات منسوخ ہیں اس لئے تم اسلام میں داخل ہو جاؤ اور قرآن مجید کو زندہ عالمگیر کتاب تسلیم کر لو۔

۳۔ پھر کیا علماء صاحبان مغربی منکرین کو یہ کہیں کہ اب تو خدا تعالیٰ کا ہر قسم کا کلام بند ہو چکا ہے۔ اور اس کے سچے عاشق اس کی خوشنودی سے لبریز کوئی کلمہ وحی ربانی کا نہیں سن سکتے ہیں۔ اس لئے عیسائیوں کا فرض ہے۔ کہ وہ فوراً اسلام میں داخل ہو جائیں وغیرہ۔

ہم جناب چشتی صاحب کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ان علماء کو بلادِ مغرب میں روانہ کرنے سے پہلے اس امر کا بھی جائزہ لے لیں۔ کہ یہ وہاں جا کر کیا کہیں گے اور کیا ان کا ان خیالات کے ساتھ اہل یورپ و امریکہ کو دعوت اسلام دینا مفید و بابرکت بھی ہو سکے گا۔

یہ ہمارا مشورہ ہے۔ ورنہ ہم جانتے ہیں کہ علماء صاحبان عنقریب چشتی صاحب کی اس صاف گوئی سے ان پر بھی ناراض ہو جائیں گے مجھے خوب یاد ہے کہ جب کہ میں فلسطین میں تبلیغ اسلام پر مقرر تھا (۱۹۳۱-۳۶ء) اور وہاں سے عربی رسالہ "البشریٰ" شائع کرتا تھا۔ تو ایک دفعہ مصری اخبارات میں جناب امیر شکیب ارسلان مرحوم نے بھی تحریک کی کہ الازہر کے علماء کو مشرق اقصیٰ میں خاص طور پر اور دنیا کے باقی حصوں میں عام طور پر تبلیغ اسلام کے لئے جانا چاہئے جب ملک میں اس پر پُرزور تحریک اٹھی۔ تو دو ایک شیوخ چین میں چلے گئے مگر چند ماہ کے بعد واپس آ گئے اور کہا کہ وہاں پر تو حالات ہمارے حالات سے مختلف ہیں ہمارا وہاں گزارہ نہیں ہو سکتا اس پر پھر امیر شکیب ارسلان نے ایک دردناک مضمون شائع کیا تھا۔

ہم نے اسی وقت "البشریٰ" میں لکھا تھا۔ کہ ان علماء کو مشرق و مغرب میں تبلیغ کے لئے بھیجنے سے پہلے یہ بھی دیکھ لیا جائے۔ کہ یہ لوگ مغرب کے فرزندوں کے سامنے اسلام کے کن عقائد کو پیش کریں گے کیا حیاتِ مسیح، نسخ قرآن اور انقطاع وحی مطلق کے عقائد کے ساتھ وہ ———

یورپ اور امریکہ
کو
دعوتِ اسلام
دے سکتے ہیں؟

حیاتِ نزولِ ابنِ مریم کی صحیح تشریح

حضرت مولانا غلام رسول صاحب ـــــ راجیکی

ایک دفعہ ایک علمی مجلس میں جس میں میں بھی موجود تھا ایک غیر احمدی عالم نے بیان کیا کہ حضرت مسیح اسرائیلی علیہ السلام کا قرآن کریم کی رو سے زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر چڑھنا ثابت ہوتا ہے جب وہ اپنا مضمون تفصیل سے بیان کر چکے۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ اگر اجازت ہو تو اس تعلق میں میں بھی کچھ عرض کروں۔ حاضرین کی اجازت سے میں نے کہا۔ کہ کوئی مسلمان قرآن کریم کے فیصلہ کا انکار نہیں کر سکتا۔ اگر وہ ایسا کرے تو اس کا ایمان جاتا رہتا ہے۔ جناب مولوی صاحب نے حیات مسیح کے متعلق جو کچھ بیان فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ تین امور ہیں۔ (۱) حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں۔ (۲) وہ بجسدہ العنصری زندہ ہیں (۳) آسمان پر اپنے جسم کے ساتھ چڑھے ہیں۔ اور جسم عنصری کے ساتھ وہاں موجود ہیں۔ اور ان سب باتوں کا ثبوت قرآن کریم سے ملتا ہے

میری اتنی گذارش ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جو کچھ مولوی صاحب نے بیان کیا ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں الفاظ دکھائے جائیں۔ یعنی حیٌّ اور بجسدہ العنصری اور رفع بجسدہ العنصری الی السماء۔ اگر یہ الفاظ قرآن کریم میں مل جائیں تو میں ابھی اسی مجلس میں حضرت مسیح کی حیات کا اقرار کر لونگا اور ان کے زندہ آسمان پر چڑھنے کا بھی اقرار کرونگا اور جناب مولوی صاحب کی صداقت بھی ثابت ہو جائے گی اور مجھے بھی قرآن کریم کے الفاظ کے مطابق ہدایت نصیب ہو جائے گی۔ میں نے حاضرین سے یہ اور الفاظ سے خطاب کیا۔ اور کہا کہ یہ طریق فیصلہ سب کو منظور ہے جب حاضرین نے میری بات کی تصدیق کی اور غیر احمدی عالم سے مطالبہ کیا۔ کہ یہ الفاظ قرآن کریم میں دکھائیں ورنہ ہم احمدیوں کے عقیدہ کو درست تسلیم کر لیں گے

اس پر غیر احمدی مولوی صاحب نے کہا۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم سے مذکورہ الفاظ تو نہیں دکھلا سکتا۔ لیکن جب میں نے احادیث سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ثابت کر دی ہے تو مزید کسی ثبوت کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ قرآن کریم خدا کا کلام ہے اور احادیث اس کے پاک نبی کا کلام ہے۔ اور خدا اور اس کے رسول کا کلام آپس میں موافق ہونا چاہیئے جب قرآن کریم سے حیات کا ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ برخلاف اس کے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ تو احادیث قرآن کریم کے مخالف کیسے ہو سکتی ہیں۔ مزید برآں اگر مذکورہ بالا الفاظ حضرت مسیح کے متعلق احادیث میں پائے جاتے ہیں۔ تو وہی پیش کر دیئے جائیں۔

یہ سنکر غیر احمدی مولوی صاحب نے کہا۔ کہ یہ الفاظ بعینہٖ تو احادیث میں موجود نہیں احمدی لوگ تاویلوں سے کام لیتے ہیں ورنہ بخاری شریف میں صاف لکھا ہے۔ کہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم اس حدیث میں لفظ ابن مریم اور لفظ نزل موجود ہے اگر تاویل نہ کی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح ابن مریم نے نزول فرمانا ہے اگر وہ آسمان پر سے نازل ہونے والے نہ ہوتے۔ تو یہ الفاظ حدیث میں کیوں وارد ہوتے۔ ان الفاظ میں تاویل کی کوئی بھی گنجائش نہیں۔ اگر احمدی لوگ تاویل نہ کریں تو بات صاف ہے

میں نے جواباً عرض کیا۔ کہ مولوی صاحب نے اپنی طرف سے احمدیوں پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ تاویل کرتے ہیں۔ میں

ان سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ کیا تاویل قرآن کریم کی رو سے ناجائز ہے؟ مولوی صاحب نے کہا ہاں ناجائز ہے۔ میں نے عرض کیا ہر صورت میں منع ہے۔ یا بعض صورتوں میں جائز ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر صورت میں منع ہے اور سب کے لئے منع ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن کریم کی سورہ یوسف میں آتا ہے کہ جب برادران یوسف اور ان کے والدین نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شان و شوکت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کیا تو حضرت یوسفؑ نے فرمایا: "ھذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلھا ربی حقا" اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی رؤیا کی تاویل کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح آپ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ذکر میں فرمایا۔ وعلمتنی من تاویل الاحادیث یعنی اے خدا تو نے مجھے تاویل الاحادیث کا علم بھی سکھایا۔ پھر قید خانے میں دو قیدیوں نے جب آپ سے اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی تو حضرت یوسف سے انہوں نے عرض کیا۔ کہ نبئنا بتاویلہ یعنی ہماری رؤیا کی تاویل سے ہمیں آگاہ فرمائیے۔

پھر سورہ آل عمران کے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب۔ اس آیت سے یہ ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ محکمات کو نظر انداز کر کے متشابہات کے حصہ کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ محض اس لئے کہ خدا تعالیٰ کے نبی اور رسول کے مبعوث ہونے پر اس کی مخالفت کا جنون استعمال کریں اور محکمات کو ترک کرنے سے لوگوں کے لئے فتنہ کی صورت پیدا کریں۔ جیسا کہ مسیح اور ابن مریم کے لفظ کے ساتھ نزول کا لفظ جو بطور متشابہات کے تھا۔ اس کو محکمات کے طور پر پیش کر کے مسیح محمدی حضرت میرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام کے مقابل پر علماء کھڑے ہو گئے اور مسلمان تو کجا یہودیوں اور عیسائیوں کے مسیح کو جو موسوی سلسلہ کا مسیح تھا مسلمانوں کا موعود مسیح قرار دینے لگے۔ اور اس طرح دین میں فتنہ اور فساد پیدا ہوا۔ یہ علماء چونکہ "راسخون فی العلم" نہ تھے۔ اس لئے غلط تاویلات کے مرتکب ہوئے لیکن صحیح تاویل کا علم محض خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے اور وہ ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو وقت کے ماموروں پر ایمان لا کر دعاؤں اور تدبر سے صراط مستقیم پر ہدایت پاتے ہیں۔

میں نے کہا کہ میری پیش کردہ آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ صحیح تاویل قرآن کریم کی رو سے جائز ہے۔ ہاں ان لوگوں کے لئے جو کجی سے تاویلات کریں ایسا کرنا جائز نہیں۔

حدیث نزول ابن مریم

اب میں حاضرین کے سامنے حدیث کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم واما مکم منکم کے متعلق صحیح تاویل پیش کرتا ہوں۔ ہم احمدیوں پر یہ الزام لگایا گیا ہے۔ کہ احمدی تاویلوں سے کام لیتے ہیں۔ حالانکہ احمدی اگرچہ تاویل کرتے ہیں۔ لیکن وہ صحیح تاویل کرتے ہیں۔ اور غیر احمدی علماء نہ صرف یہ کہ تاویلات سے کام لیتے۔ بلکہ بسا اوقات غلط تاویلات کرتے ہیں۔

اس مختصر سی حدیث میں ضمیر جمع مخاطب چار دفعہ استعمال ہوئی ہے۔ یعنی (۱) انتم (۲) فیکم (۳) امامکم (۴) منکم کے الفاظ میں۔ میں نے غیر احمدی مولوی صاحب سے پوچھا۔ کیا یہ درست ہے؟ انہوں نے تصدیق کی۔ پھر میں نے کہا اس حدیث میں جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتم کے الفاظ میں مخاطب فرمایا۔ وہ کون تھے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے۔ میں نے کہا یہ درست ہے اور اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ کہ ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ کیا ان کی زندگی میں ابن مریم ان میں نازل ہوئے۔

یا جب تک ابن مریم کا نزول نہ ہوا۔ ان اصحاب کی زندگی کے ممتد کرنے کا اللہ تعالیٰ نے سامان فرمایا۔ اگر ایسا نہیں ہوا اور اس حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ کی کوئی تاویل کرنے کی بھی گنجائش نہیں۔ تو کیا اس حدیث کے صدق پر حرف نہیں آتا کیونکہ اس حدیث کے مطابق صحابہ کی زندگیوں میں ابن مریم کا نزول ان میں نہیں ہوا۔ یہ سنکر مولوی صاحب فرمانے لگے کہ حدیث صحیح ہے۔ اور ابن مریم کا نزول بھی درست ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وفات کے بعد اس حدیث کے مخاطب وہ مسلمان ہونگے جن میں مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ صحابہ کی جگہ بعد کے زمانہ کے مسلمان مراد لینا تو تاویل ہے۔ اور تاویل کو آپ ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اس حدیث میں چار دفعہ انتم۔ فیکم۔ امامکم اور منکم میں خطاب کی ضمیر صحابہ کرام کی طرف راجع تھی جن کی آپ نے چار دفعہ تاویل کرکے اس سے آئندہ زمانہ کے مسلمان مراد لئے ہیں اور اس تاویل کو آپ نے اس لئے جائز قرار دیا ہے۔ کہ صحابہ کرام کی وفات کی وجہ سے ان الفاظ کو ظاہر پر محمول نہیں کیا جا سکتا اور اس طرح حدیث مجروح ٹھہرتی ہے۔

اندریں صورت اگر ہم احمدی ابن مریم کے لفظ کو ظاہر پر محمول نہ کریں اور آنے والے مسیح کو امت محمدیہ کا ایک فرد سمجھیں کیونکہ قرآنی آیات سے اور دوسری احادیث سے حضرت مسیح ابن مریم کی وفات نصوص بینہ سے ثابت شدہ ہے۔ تو اس ایک تاویل پر آپ کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

اس موقعہ پر میں نے کسی قدر تفصیل سے وفات مسیح ابن مریم کے متعلق آیات قرآنی اور احادیث سے استدلال پیش کئے اور بتایا کہ جب قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیح اسرائیلی فوت شدہ ہیں۔ اور آیت استخلاف کی رو سے جس طرح موسوی خلفاء حضرت موسیٰ کی امت سے پیدا ہوئے۔ اسی طرح امت محمدیہ کے خلفاء بھی اسی امت میں سے پیدا ہونگے۔ اور جس طرح قرآن کریم کی آیت استخلاف میں محمدی خلفاء کو لفظ منکم میں امت محمدیہ کے افراد قرار دیا گیا ہے اسی طرح حدیث۔ کیف انتم الخ میں امامکم منکم کے الفاظ فرما کر مسیح محمدی کے نزول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اس غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے۔ کہ آنے والا ابن مریم مسیح اسرائیلی ہوگا

پھر صحیح بخاری میں دو مسیحوں کے مختلف حلیئے اسی غرض کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ تاکہ مسیح اسرائیلی اور مسیح محمدی میں امتیاز ہو سکے۔ ماہران فن انگوٹھے کی باریک لکیروں سے جو بالکل مشابہ ہوتی ہیں مختلف افراد میں امتیاز کر لیتے ہیں۔ تو کیا دونوں مسیحوں کے رنگ اور حلیہ میں جو نمایاں فرق حدیث مذکورہ میں ہے اس سے کسی قسم کا اشتباہ باقی رہ سکتا ہے؟

اندریں حالات جب مولوی صاحب کو صحابہ کرام کی وفات کی وجہ سے حدیث کی چار جگہوں میں تاویل کرنا پڑی۔ تو کیا ہم احمدی بالکل اسی صورت کے پیدا ہونے پر یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کیوجہ سے ابن مریم کے ایک لفظ کی صحیح تاویل نہیں کر سکتے؟

جب میں نے یہ بات وضاحت سے پیش کی تو مولوی صاحب کہنے لگے کہ ابن مریم تو کنیت ہے۔ اور کنیت قابل تاویل نہیں ہوتی اور حدیث میں نزول کا لفظ بھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ابن مریم آسمان پر ہیں اور وہاں سے ہی نازل ہونگے۔ میں نے کہا اول تو حضرت مسیح اسرائیلی کی وفات ثابت ہو جانے کے بعد نزول کا لفظ ان کے متعلق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ آنے والے مسیح موعود کے متعلق ہے جو پہلے مسیح کی مماثلت میں امت محمدیہ میں آنے والا ہے۔ اور دوسرے یہ بات کہ کنیت قابل تاویل نہیں ہوتی۔ یہ بھی درست نہیں۔ کیا قرآن کریم میں ابن اللہ۔ ابناء اللہ۔ ابن السبیل اور ابولہب کے الفاظ جو بطور کنیت کے استعمال ہوتے ہیں۔ ظاہری صورت پر محمول کئے جا سکتے ہیں۔ اور کیا ان کی تاویل نہیں کی جاتی اور حدیث بخاری میں ابوسفیان اور ہرقل شہنشاہ روم کی گفتگو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اَمِرَ اَمْرُ ابنِ ابی کبشۃ

کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور آپ کی کنیت ابن ابی کبشہ بتائی ہے۔ اور ابن ابی کبشہ اور ابو کبشہ دونوں کنیتیں قابل تاویل ہیں۔ پھر حدیث میں آتا ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا۔ کہ امکم یا بنی ماء السماء یعنی حضرت ہاجرہ تمہاری ماں تھی۔ اے آسمان کے پانی کے بیٹو۔ پس عربوں کو بنی ماء السماء کی کنیت سے پکارنا ظاہری معنوں میں نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ عرب میں پانی کی قلت کی وجہ سے جہاں کہیں آسمانی پانی برستا عرب لوگ وہیں ڈیرے ڈال دیتے۔ اور پانی ان کی زندگی اور پرورش کا باعث بنتا۔ اس لئے ان کو آسمانی پانی کے بیٹے کہا۔ خود ابوہریرہ بھی کنیت ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور یہ بھی تاویل کے قابل ہے۔

لفظ نزل جو حدیث میں وارد ہے جس کا مصدر نزول ہے۔ اور اسی سے نزیل مشتق ہے جس کے معنے مسافر کے ہیں۔ اس تعلق میں اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ وانزلنا الحدید (سورہ حدید) یعنی ہم نے لوہا نازل کیا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ انزلنا علیکم لباسا یواری سوأتکم (اعراف) یعنی ہم نے لباس اتارا جو تمہاری شرمگاہوں کو ڈھانپتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وان من شیئ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم یعنی کوئی بھی ایسی چیز نہیں۔ جس کے ہمارے پاس خزانے نہیں۔ لیکن ہم اس کو معلوم اندازے سے اتارتے ہیں اسی طرح آیت وانزل معہم الکتاب کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ کتابوں کے ساتھ نبیوں کا بھی نزول ہوتا ہے۔ کیا تمام نبی آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔ اور دنیا کی ہر چیز آسمان آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور پھر کیا لوہا اور لباس آسمان پر رہتے ہیں۔ اور وہاں سے نازل ہوتے ہیں۔

میری ان تشریحات کو سن کر سب حاضرین نے میرے ساتھ اتفاق کیا اور غیر احمدی مولوی صاحب بالکل خاموش ہو گئے۔

(اقتباس از حیات قدسی مرسلہ سید محمد حسین شاہ صاحب راولپنڈی)

"میں الفرقان کو ایک نعمت سمجھتا ہوں"

بہاولپور سے ایک معزز دوست جو ابھی تک سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں ہیں تحریر فرماتے ہیں:-

مکرمی و محترمی ابو العطاء صاحب جالندھری!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ابھی ابھی ملا۔ میں الفرقان کو ایک نعمت سمجھتا ہوں۔ اور نہ صرف خود پڑھتا ہوں شروع سے لیکر آخیر تک بلکہ میری بیوی اور سب دوست بھی۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے آپ بڑی خوشی سے وی پی کر دیں۔ کیا اس قلیل رقم ۵ روپیہ ہر آئے میں ایسے مفید اور سبق آموز مضامین چھپتے ہیں بلکہ اور کوئی خدمت میرے لائق ہو تو میں حاضر ہوں۔ اور آپ کی شخصیت کے گہرے اثرات دل میں لئے ہوئے ہوں۔"

توجہ طلب!

متعدد مرتبہ اعلان کیا جا چکا ہے کہ خریدار حضرات خط و کتابت کے وقت مندرجہ ذیل باتوں کو ملحوظ رکھیں مگر پھر بھی ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا پھر درخواست ہے کہ

- خریداری نمبر یا خط کا حوالہ لازمی ہے
- دفتری معاملات کے خطوط بنام مینیجر الفرقان ربوہ آنے چاہئیں
- تبدیلی پتہ کی اطلاع جلد از جلد آنی چاہئے اور نئے اور پرانے پتے دونوں لکھنے ضروری ہیں۔
- رسالہ یکم تاریخ کو پوسٹ کیا جاتا ہے۔ عدم وصولی کی اطلاع ۱۵ تاریخ تک آنی چاہئیں۔ تاکہ دوبارہ بھی ارسال کیا جا سکے۔ بعد میں آنے والی درخواستوں پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔
- رسالہ کا زر اشتراک ۵ روپے پیشگی آنا ضروری ہے۔

مینیجر الفرقان —— اے ایم احمد

ہماری کتابیں

اسلام پر ایک نظر

تبصرہ کرتے ہوئے مولانا عبد الماجد صاحب ایڈیٹر "صدق جدید" لکھتے ہیں :-

"اسلام پر ایک نظر" مترجم شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ لائل پور ۴۲ صفحات قیمت ۸ آنے

پتہ :- مکتبہ الفرقان ربوہ (پاکستان)

نیپلز یونیورسٹی (اطالیہ) میں عربی کی استاد ایک خاتون ڈاکٹر وگلیری ہے جس نے اسلام پر ایک نظر ہمدردانہ نقطہ نظر سے عرصہ ہوا لکھی تھی ۔ انگریزی میں اس کا "این انٹرپریٹیشن آف اسلام" (اسلام کی ایک تعبیر) کے نام سے ترجمہ ہوا تھا ۔ یہ اسی کا اردو ترجمہ ہے پیش لفظ انگریزی ایڈیشن میں چوہدری سر ظفر اللہ خان کے قلم سے ہے اصل کتاب سات بابوں میں تقسیم ہے ۔ اسلامی تعلیم کی سادگی ، اسلامی نظام اخلاق اور سائنس وغیرہ ۔

مصنفہ نے اسلام کا مطالعہ خاص گہری نظر اور ہمدردی سے کیا ہے ۔ جتنی ہمدردی کی توقع ایک غیر مسلم سے رکھی جا سکتی ہے جو اردو خوان یہ جاننا چاہتے ہیں ۔ کہ یورپ میں مذہب کے جانچنے کے کیا کیا معیار ہیں ۔ ان کے لئے اس کا مطالعہ ضرور مفید ہوگا ۔"

(صدق جدید ۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء)

مکتبہ الفرقان کی بعض ضروری کتابیں

(الف) بہائی ازم کی حقیقت جاننے کے لئے مندرجہ ذیل دو رسالے مطالعہ فرمائیں :-

(۱) بہائی شریعت اور اس پر تبصرہ

(۲) بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالے

ان چار صد صفحات کی کتابوں میں بہائی تحریک کی تاریخ ان کے عقائد اور ان کی مخفی شریعت سے موازنہ درج ہے غرض ان کتابوں کے مطالعہ سے بہائیت کے بارے میں پوری واقفیت حاصل ہو سکتی ہے ۔ دونوں کتابوں کی قیمت چار روپے ہے ۔ مجلد ساڑھے چار روپے ۔

(ب) **فتوحات الٰہیہ** :- یہ ایک علمی رسالہ ہے جس میں آریوں اور عیسائیوں کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ سورہ فاتحہ ویدیا بائیبل کا ایک حصہ ہے ۔ (قیمت صرف ایک روپیہ)

نوٹ

ایک نسخہ حدیث کی مشہور کتاب **ریاض الصالحین** کا بڑے خوشخط آیا ہے قیمت چھ روپے علاوہ محصولڈاک

(مینجر مکتبۃ الفرقان ربوہ)

شربت فولاد

جگر کے تمام امراض - کمیٔ خون، زردیٔ چہرہ وضعف ہر قسم کیلئے مفید ترین، لذیذ اور خوش ذائقہ شربت۔

معدہ اور جگر کی تمام کمزوریوں کو دور کر کے خون صالح پیدا کرتا ہے۔ ہفتہ عشرہ استعمال سے جسم میں توانائی اور چہرہ میں سرخی پیدا ہو جاتی ہے۔ بواسیر خونی، کثرت حیض اور جسم سے جریانِ خون کے بعد کی کمزوری کے لئے بہت مفید ہے۔

اس کا عام استعمال یومیہ کارکردگی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی کمزوری کو دور کرتا ہے۔ بچوں کو اگر شروع سے ہی استعمال کروایا جائے تو انکی جسمانی نشوونما بہت عمدہ ہوتی ہے۔

غرضیکہ بچوں، جوانوں، بوڑھوں، دماغی و جسمانی محنت کرنے والے لوگوں کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔

ترکیب استعمال

- بڑوں کے لئے ایک چمچ چائے نصف گھنٹہ بعد غذا۔
- چار سال سے بارہ سال کی عمر تک کے لئے نصف چمچ۔
- چار سال سے کم کے لئے ¼ چمچ۔

قیمت فی شیشی عہ علاوہ اخراجات ڈاک و پیکنگ۔

تیار کردہ:- خورشید یونانی دواخانہ ربوہ

نور کاجل

- آنکھوں کو بیماری سے محفوظ رکھتا ہے۔
- بیمار آنکھوں کا علاج ہے۔
- گرمیوں میں ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔
- آنکھوں کو گرد و غبار سے صاف کرتا ہے۔
- آنکھوں میں خوبصورتی اور چمک پیدا کر کے چہرہ کے حسن میں اضافہ کرتا ہے۔
- خارش، پانی بہنا، بھینی اور ناخونہ کا بہترین علاج ہے۔

بیسیوں جڑی بوٹیوں کے جوہر سے تیار کیا گیا ہے اور پچاس سالہ استعمال و تجربہ کے بعد پیش کیا جا رہا ہے۔

لہذا

اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی آنکھوں کو خوبصورت رکھنے کے لئے ھمیشہ

نور کاجل

استعمال کریں

بوقت ضرورت ایک ایک سلائی آنکھوں میں ڈالیں

قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنے علاوہ محصول ڈاک و پیکنگ

تیار کردہ

خورشید یونانی دواخانہ ربوہ

الفردوس کلاتھ مرچنٹ

انارکلی لاہور

سے

ہر قسم کا سُوتی، ریشمی اور اُونی کپڑا خریدیں۔

پہلے سے زیادہ

آپ کے تعاون کی ضرورت ہے!

تشریف لائیے ـــــ تجربہ شرط ہے

الفردوس کلاتھ مرچنٹ انارکلی لاہور

طابع وناشر: ابوالعطاء جالندھری ۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقام اشاعت: دفتر الفرقان احمد نگر ربوہ ضلع جھنگ